ABC
CERTIFIED
تصدیق شدہ اشاعت
ہفت روزہ
احوال
کراچی
۲۴ تا ۳۰ جنوری ۹۱ء
ہمدانی ذخیرہ کتب
"امریکن برانڈ وزیر اعظم" کی نشری تقریر اور صدر صدام کی تصاویر چھاپنے اور بیچنے پر پابندی!
پاکستان کے وزیر خارجہ کو برطرف کیا جائے: شاہ فرید الحق
جاپان کے مال کا بائیکاٹ کیا جائے: محمد احمد صدیقی
۴۸ گھنٹے میں فتح کا دعویٰ کرنے والا امریکی جنرل پاولت پاگل ہوگیا؛
اسرائیل پر حملہ کرکے صدر صدام نے مسلمانوں کی برسوں پرانی آرزو پوری کردی
مولانا شاہ احمد نورانی
نعرۂ اللہ اکبر سے اسرائیلیوں کی گھبراہٹ
عراقی عقابوں نے دس ہزار یہودی موت کے گھاٹ اتار دیئے
دہران سیکٹر میں عراقی شاہینوں کے ہاتھوں پانچ ہزار امریکی یہودی فوجی ہلاک (تہران ریڈیو)
سرزمین نجد سے عراق پر ہر ۹ سیکنڈ بعد ۲۰۰ بمبار طیاروں کا حملہ، ہر طیارے سے ۲۰۰۰ پونڈ کا بم گرایا گیا
اللہ نے ابر رحمت کی چادر تان دی۔ حملہ آوروں کو ناکام واپس جانا پڑا
۵۰ ہزار ٹن وزنی بم گرانے کے باوجود بھی بغداد مسکرا رہا ہے امریکی حیرت زدہ ہیں سید الشہداؑ، امام اعظمؒ اور غوث الاعظمؒ کی کرامات
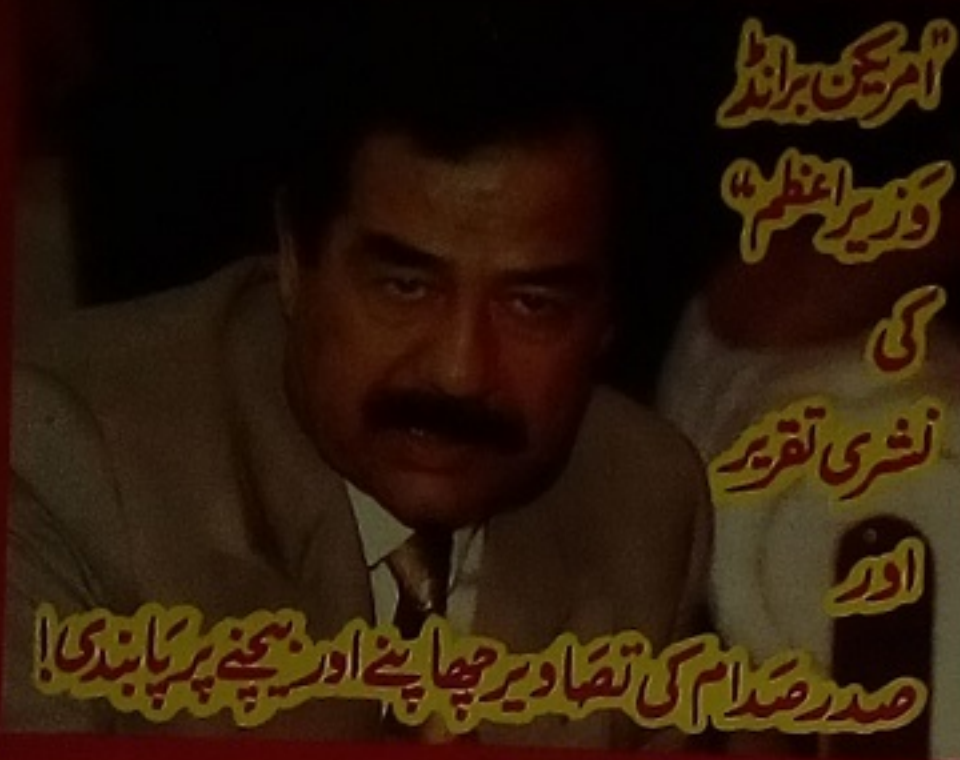
ایگزیکٹو ایڈیٹر محمد احمد صدیقی — مدیر اعلیٰ ابو جنید

مدیر: راؤ توفیق احمد

مدیر منتظم: محمد عثمان خان نوری

مجلس ادارت

ڈاکٹر طلحہ صدیقی

ڈاکٹر جاوید اختر

لے آؤٹ ڈیزائن: ہمرو۔ن۔ن

انتظامیہ

جنرل منیجر: اشتیاق احمد نورانی

سرکولیشن: محمد فہیم

اشتہارات: محمد عقیل پاشا

فوٹو گرافر: محمد احمد

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد: اکرام قریشی

لاہور: ایوب ندیم

ملتان: اقبال فارانی

حیدرآباد: محمد حسین قریشی

کوئٹہ: مولانا حبیب احمد

پشاور: ع۔ ع خٹک

بیرون ملک نمائندے

برطانیہ: محمد منور — سعودی عرب: گلزار احمد

امریکہ: محمد جنید صدیقی

متحدہ عرب امارات: محمد رفیق

زر تعاون سالانہ

ملک	رقم	کرنسی
پاکستان	۳۰۰	روپے
سعودی عرب	۲۰۰	ریال
متحدہ عرب امارات	۲۰۰	درہم
بھارت و بنگلہ دیش	۴۵	امریکی ڈالر
افریقہ و ایشیاء	۵۰	امریکی ڈالر
یورپ	۵۵	امریکی ڈالر
امریکہ و آسٹریلیا	۶۰	امریکی ڈالر

زر تعاون پاکستانی کرنسی میں کسی ایسے بینک کی معرفت ارسال فرمائیں جس کی کراچی میں شاخ ہو۔

دفتر رابطہ

۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر
ریجنسی مال عبداللہ ہارون روڈ صدر کراچی
فون: ۵۱۲۷۷۵

پبلشر محمد احمد صدیقی نے النور پبلیکیشنز کے تحت یورپ پرنٹنگ پریس اخبار منزل ایلنڈر روڈ کراچی سے چھپوا کر ۶۱۲ یونی شاپنگ سینٹر ریجنسی مال شاہراہ عراق صدر کراچی سے شائع کیا۔

اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ دیا۔ اپنی قسمیں آپس میں ایک بے اصل بہانہ بناتے ہو کہ کہیں ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ نہ ہو۔ اللہ تو اس سے تمہیں آزماتا ہے اور ضرور تم پر صاف ظاہر کر دے گا قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت کرتا لیکن اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے اور ضرور تم سے تمہارے کام پوچھے جائیں گے اور اپنی قسمیں آپس میں بے اصل بہانہ نہ بنالو کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد لغزش نہ کرے اور تمہیں برائی چکھنی ہو بدلہ اس کا کہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور تمہیں بڑا عذاب ہو۔

سورۃ النحل۔ آیت ۹۱ تا ۹۴

نسائی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔

۱۔ جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے۔
۲۔ جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے میں حاضر ہو۔
۳۔ جب وہ بلائے تو اس کی اجابت کرے۔ یعنی حاضر ہو۔
۴۔ جب اس سے ملے تو سلام کرے۔
۵۔ جب چھینکے تو جواب دے۔
۶۔ اور حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے۔

(بہارِ شریعت)

اداریہ

"امریکی برانڈ وزیر اعظم کی نشری تقریر
اور
صدر صدام کی تصاویر چھاپنے اور بیچنے پر پابندی!

۲۰ جنوری کو وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے خطاب کیا ان کی پوری نشری تقریر سے امریکہ نوازی مترشح ہو رہی تھی۔ انہوں نے گھما پھرا کر وہی موقف دہرایا جو امریکہ خلیج کے مسئلہ پر اپنائے ہوئے ہے۔ اور جس کو پوری امت مسلمہ مسترد کر چکی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ انہوں نے نہایت ڈھٹائی سے کہا کہ خلیج کے معاملے میں ہمارا موقف اصولوں پر مبنی ہے۔ اور ان کا اصولی موقف یہ ہے کہ صدر صدام حسین کویت سے عراقی فوجیں واپس بلانے کا اعلان کریں جبکہ اسرائیل بدستور عربوں کے علاقوں پر قابض رہے۔ ان کی اس تقریر سے ان کی حکومت پر لگی ہوئی امریکن برانڈ کی چھاپ مزید گہری ہو گئی ہے۔

وزیر اعظم کی مذکورہ بالا تقریر سے ایک روز قبل پاکستان کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا تھا کہ خلیج کے بحران پر پاکستان کا موقف اصولوں پر مبنی ہے اور یہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں اور دوسرے بین الاقوامی اداروں کے موقف سے مطابقت رکھتا ہے۔ ترجمان نے کہا کہ عراق نے کبھی بھی مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی حمایت نہیں کی۔ عراق نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں بھی پاکستان کی حمایت نہیں کی۔

سوال یہ ہے کہ وزارت خارجہ کے ترجمان نے ۶۵ء اور ۷۱ء کے جس دور کی بات کی ہے اس وقت صدر صدام حسین عراق میں برسراقتدار نہیں تھے۔ لہذا عراق کے ان افعال کی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہوتی۔ ۱۹۵۷ء میں پاکستان کے اس وقت کے وزیر خارجہ ملک فیروز خان نون نے ایک بیان دیا تھا کہ "اسرائیل قائم رہنے کے لئے وجود میں آیا ہے" پاکستانی وزیر خارجہ کے اس بیان پر عرب دنیا بہت عرصہ تک پاکستان سے ناراض رہی تھی۔ کیا پاکستان کی موجودہ حکومت اس بیان کی ذمہ داری قبول کرے گی ظاہر ہے ہرگز نہیں تو پھر صدر صدام پر ۶۵ء اور ۷۱ء کی عراقی حکومتوں کی پالیسی کی ذمہ داری کیوں تھوپی جا رہی ہے۔

ترجمان نے اپنے بیان میں عراق کا تو حوالہ دیا مگر اس نے ۶۵ء اور ۷۱ء میں پاکستان سے متعلق امریکی رویہ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ حکومت امریکہ نے ۶۵ء میں پاکستان کی امداد بند کر دی تھی نیز ۷۱ء میں پاکستان کی بالکل مدد نہ کی جس کی وجہ سے پاکستان دولخت ہو گیا۔ ۶۵ء اور ۷۱ء میں امریکہ کا رویہ پاکستان کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف تھا بلکہ اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ پاکستان امریکی سازش کے تحت ہی اپنے مشرقی بازو سے محروم ہوا ہے۔ نیز کشمیر کے مسئلہ پر بھی امریکہ نے ہمیشہ دوغلی پالیسی اپنائے رکھی اور اپنی سیاسی چالوں سے اس مسئلہ کو حل نہیں ہونے دیا۔ سیاسی مبصرین کے مطابق کشمیر کے مسئلہ پر روسی ویٹوز کے پیچھے درپردہ امریکہ کا ہی ہاتھ رہا ہے۔ اس مسئلہ پر برطانیہ اور امریکہ نے ہمیشہ روس سے سودے بازی کی ہے۔

ترجمان نے اپنے بیان میں ایک ہی بات درست کہی ہے اور وہ یہ کہ خلیج کے بحران سے متعلق حکومت کے موقف اور ملک کی آبادی کے درمیان فرق ہے۔ لیکن ترجمان نے جو اس کی وجہ بتائی ہے کہ مسئلے کے پس منظر میں ملوث حالات کا صحیح اندازہ لگانے اور مناسب معلومات کی کمی ہے یہ غلط ہے۔ پاکستانی عوام باشعور ہیں۔ معلومات رکھتے ہیں انہوں نے اندازہ لگانے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

دراصل موجودہ حکومت اور عوام کے درمیان ایک بُعد پایا جاتا ہے۔ حکومت اور عوام کے درمیان باہمی تعلق ناپید ہے۔ یہ حکومت دعویٰ تو کرتی ہے کہ اسکی جڑیں عوام میں ہیں اور عوام کے مینڈیٹ سے برسراقتدار آئی ہے

لیکن اس نے موجودہ بحران کے دوران جس طور پر عوامی جذبات کو سمجھنے میں غلطی

اداریہ

"امریکی برانڈ وزیر اعظم" کی نشری تقریر

اور

صدر صدام کی تصاویر چھاپنے اور بیچنے پر پابندی!

۲۰ جنوری کو وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے ریڈیو اور ٹی وی پر قوم سے خطاب کیا ان کی پوری نشری تقریر سے امریکہ نوازی مترشح ہو رہی تھی۔ انہوں نے گھما پھرا کر وہی موقف دہرایا جو امریکہ خلیج کے مسئلہ پر اپنائے ہوئے ہے۔ اور جس کو پوری امت مسلمہ مسترد کر چکی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ انہوں نے نہایت ڈھٹائی سے کہا کہ خلیج کے معاملے میں ہمارا موقف اصولوں پر مبنی ہے۔ اور ان کا اصولی موقف یہ ہے کہ صدر صدام حسین کویت سے عراقی فوجیں واپس بلانے کا اعلان کریں جبکہ اسرائیل بدستور عربوں کے علاقوں پر قابض رہے۔ ان کی اس تقریر سے ان کی حکومت پر لگی ہوئی امریکن برانڈ کی چھاپ مزید گہری ہو گئی ہے۔

وزیر اعظم کی مذکورہ بالا تقریر سے ایک روز قبل پاکستان کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا تھا کہ خلیج کے بحران پر پاکستان کا موقف اصولوں پر مبنی ہے اور یہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں اور دوسرے بین الاقوامی اداروں کے موقف سے مطابقت رکھتا ہے۔ ترجمان نے کہا کہ عراق نے کبھی بھی مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی حمایت نہیں کی۔ عراق نے ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں بھی پاکستان کی حمایت نہیں کی۔

سوال یہ ہے کہ وزارت خارجہ کے ترجمان نے ۶۵ء اور ۷۱ء کے جس دور کی بات کی ہے اس وقت صدر صدام حسین عراق میں برسر اقتدار نہیں تھے۔ لہذا عراق کے ان افعال کی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہوتی۔ ۱۹۵۷ء میں پاکستان کے اس وقت کے وزیر خارجہ ملک فیروز خان نون نے ایک بیان دیا تھا کہ "اسرائیل قائم رہنے کے لئے وجود میں آیا ہے" پاکستانی وزیر خارجہ کے اس بیان پر عرب دنیا بہت عرصہ تک پاکستان سے ناراض رہی تھی۔ کیا پاکستان کی موجودہ حکومت اس بیان کی ذمہ داری قبول کرے گی ظاہر ہے ہرگز نہیں تو پھر صدر صدام پر ۶۵ء اور ۷۱ء کی عراقی حکومتوں کی پالیسی کی ذمہ داری کیوں تھوپی جا رہی ہے۔

ترجمان نے اپنے بیان میں عراق کا تو حوالہ دیا مگر اس نے ۶۵ء اور ۷۱ء میں پاکستان سے متعلق امریکی رویہ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ حکومت امریکہ نے ۶۵ء میں پاکستان کی امداد بند کر دی تھی نیز ۷۱ء میں پاکستان کی بالکل مدد نہ کی جس کی وجہ سے پاکستان دولخت ہو گیا۔ ۶۵ء اور ۷۱ء میں امریکہ کا رویہ پاکستان کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف تھا بلکہ اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ پاکستان امریکی سازش کے تحت ہی اپنے مشرقی بازو سے محروم ہوا ہے۔ نیز کشمیر کے مسئلہ پر بھی امریکہ نے ہمیشہ دوغلی پالیسی اپنائے رکھی اور اپنی سیاسی چالوں سے اس مسئلہ کو حل نہیں ہونے دیا۔ سیاسی مبصرین کے مطابق کشمیر کے مسئلہ پر روسی ویٹوز کے پیچھے درپردہ امریکہ کا ہی ہاتھ رہا ہے۔ اس مسئلہ پر برطانیہ اور امریکہ نے ہمیشہ روس سے سودے بازی کی ہے۔

ترجمان نے اپنے بیان میں ایک ہی بات درست کہی ہے اور وہ یہ کہ خلیج کے بحران سے متعلق حکومت کے موقف اور ملک کی آبادی کے درمیان فرق ہے۔ لیکن ترجمان نے جو اس کی وجہ بتائی ہے کہ مسئلے کے پس منظر میں ملوث حالات کا صحیح اندازہ لگانے اور مناسب معلومات کی کمی ہے یہ غلط ہے۔ پاکستانی عوام باشعور ہیں۔ معلومات رکھتے ہیں انہوں نے اندازہ لگانے میں کوئی غلطی نہیں کی۔

دراصل موجودہ حکومت اور عوام کے درمیان ایک بُعد پایا جاتا ہے۔ حکومت اور عوام کے درمیان باہمی تعلق ناپید ہے۔ یہ حکومت دعویٰ تو کرتی ہے کہ اسکی جڑیں عوام میں ہیں اور عوام کے مینڈیٹ سے برسر اقتدار آئی ہے

لیکن اس نے موجودہ بحران کے دوران جس طور پر عوامی جذبات کو سمجھنے میں غلطی

کی ہے اس سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عوام کی ترجمان نہیں اور نہ ہی عوامی امنگوں اور خواہشوں کا ساتھ دے سکتی ہے۔ حکومت اور لوگوں کی سوچ کے تضاد یہ برسراقتدار افراد اور عوام الناس کا بعد ان دعووں کی تصدیق کرتے ہیں کہ موجودہ برسراقتدار ٹولہ عوام کا نمائندہ نہیں اور وہ انتخابی دھاندلی کے نتیجے میں برسراقتدار آیا ہے۔

اگر یہ حکومت عوام کی نمائندہ ہوتی۔ پاکستانیوں کے جذبات و احساسات کا ادراک رکھتی تو صدر صدام حسین کی تصاویر چھاپنے، بیچنے اور آویزاں کرنے پر پابندی عائد نہ کرتی۔ صدر صدام سے پاکستانی عوام کو جو محبت اور ہمدردی ہے وہ ان کی دینی حمیت کا تقاضا ہے جذبہ جہاد سے الفت کا نتیجہ ہے اور ایک مسلمان مجاہد کو خراج عقیدت ہے جو تن تنہا باطل قوتوں سے ٹکرا کر ان کا سر فخر سے بلند کر رہا ہے۔ جو طاغوتی طاقتوں کے بپھرے ہوئے طوفان کے آگے بے خوفی سے سینہ تانے کھڑا ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ مسلمان کی گردن کٹ تو سکتی ہے مگر جھک نہیں سکتی۔

SECRET

No. [illegible]
GOVERNMENT OF SIND
HOME DEPARTMENT

Karachi, dated the Jan. 17, 1991.

From: Home Secretary, Sindh.

To: All Commissioners in Sindh,
All DIGs in Sindh,
All DCs in Sindh, Karachi
All SPs in Sindh.

(i) It has been reported that large-size photographs/posters of Saddam Hussain are being printed circulated. The printers and publishers of these photographs/posters should be located and brought to book immediately.

(ii) Some elements in JUP (Noorani Group) including one Mr. Rafiq Waraich are encouraging/inciting people for JIHAD recruitment. These elements should be immediately stopped from doing this. If need be, they may be detained under law.

(iii) All ulema/sectarian workers who are inciting people to come on the streets should be warned not to do it and if they still persist, they should be hauled up under law.

(SYED ROSHAN ZAMIR)
Home Secretary
17/1/91

Copy to:
1. Adviser to Chief Minister for Home.
2. Chief Secretary, Sindh.
3. IG Police, Sindh.

(SYED ROSHAN ZAMIR)
Home Secretary
17/1/91

۔۔ تنظیم کی ہے پاکستانی قوت سے وہ پھر بھی یہ راہ نہیں پائے گی اس کا ماتم ہے

مسلم ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

موجودہ حکومت نے صدر صدام حسین کی تصاویر پر پابندی لگا کر جہاں ایک طرف مسلمانوں کے جذبات کو کچلا ہے وہاں دوسری طرف اس نے دینی حمیت و ملی غیرت، جذبہ جہاد کے فقدان اور اسلامی غیرت کی کمی کا بھی کھلم کھلا ثبوت دیا ہے۔ اسلامی احساسات و جذبات سے عاری اس حکومت کو امریکہ کے فحش اخلاق رسائل و جرائد، امریکی یہودی فلمسازوں کی فلموں پر مبنی تصاویر، بھارتی رقاصاؤں کی تصاویر جو کھلے عام بازاروں میں آویزاں اور فروخت ہوتے ہوئے دکھائی نہیں دیتے۔ بھارت اور ہالی ووڈ کی ننگی اور فحش ویڈیو کیسٹوں کی مارکیٹ میں بھرمار ہے۔ ان پر آج تک پابندی نہیں لگی۔ ان کے خلاف بھی قانون حرکت میں نہیں آیا۔ ہم حکومت سندھ سے پوچھتے ہیں کہ آخر کس قانون کے تحت صوبے کے ہوم سیکرٹری نے صدر صدام کی تصاویر پر پابندی لگائی ہے۔ کیا یہ پاکستانیوں کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی نہیں ہے کہ وہ اگر کسی مسلم مجاہد کو پسند کریں اس کی تصاویر اپنی دکانوں، ہوٹلوں، مارکیٹوں، گاڑیوں اور گھروں میں آویزاں کریں تو حکومت انہیں زبردستی ایسا کرنے سے روکے۔ بازاروں، ہوٹلوں، دکانوں اور گاڑیوں سے تو حکومت بزور طاقت صدر صدام کی تصویر کو ہٹا سکتی ہے۔ مگر کیا وہ پاکستانیوں کے دل میں جاگزیں صدر صدام کی تصویر کو ہٹا سکتی ہے؟ وزیر اعظم نواز شریف ذرا ملک کی گلیوں اور بازاروں میں نکل کر دیکھیں کہ صدر صدام اور عراق کے لئے عوام کے کیا جذبات ہیں۔ وہ ان نعروں کو بھی سنیں جو عوام اس وقت حکومت کے خلاف اور عراق کی حمایت میں لگاتے ہیں جب پولیس زبردستی دکانوں، ہوٹلوں اور گاڑیوں پر سے صدر صدام کی تصاویر اتارتی ہے۔ تو اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ آج وہ اور ان کی حکومت عوام میں کہاں کھڑی ہے۔ اپنی حکومت کے نام میں صرف "اسلامی" کا لاحقہ لگانے سے تو کام نہیں چلے گا۔ عملی طور پر ثبوت دینا ہوگا کہ وہ اسلامی جذبات اور جذبہ جہاد کا کتنا پاس کرتے ہیں۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ جو مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہم حکومت سے سوال کرتے ہیں کہ یہ کیسی اسلامی جمہوریت ہے جس میں اسلامی جذبوں کو دبایا جا رہا ہے۔ قوم کے جذبہ جہاد پر پابندی لگا کر اسے کچلا جا رہا ہے۔ صدر مملکت، وزیر اعظم، وزیر خارجہ اور وزارت خارجہ کا ترجمان جس طرح کے بیانات دے رہے ہیں وہ عوام کے جذبات کی نفی کرتی ہیں حکومت کا کوئی بھی ادارہ عوامی احساسات کی نمائندگی کرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ جمہوریت نام ہے اکثریت کا۔ جمہوریت میں عوام کے نمائندوں کے مشوروں سے داخلی اور خارجی پالیسی کی سمت متعین کی جاتی ہے۔ خلیج کے بحران میں خارجہ پالیسی کی راہ متعین کرنے کے لئے قومی اسمبلی کا فوری اور ہنگامی اجلاس کیوں طلب نہیں کیا گیا۔ کیوں عوامی نمائندوں کو اس حساس مسئلہ پر اعتماد میں نہیں لیا گیا؟ خلیج کے موجودہ بحران میں حکومت کی

خارجہ پالیسی بالادست میں جاری ہے وہ عوام کے جذبات کی قطعی طور پر عکاسی نہیں ہے۔ حکومت نے جو پالیسی اپنائی ہے وہ ملک و قوم کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس کے دور رس بد اثرات ملک پر مرتب ہوں گے۔ اس لئے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ خلیج سے متعلق اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرکے انہیں نئے سرے سے مرتب کرے اور صدر صدام کی تصاویر پر پابندی سے متعلق اپنے حکم نامہ کو فوری طور پر واپس لے۔

محمد احمد صدیقی

اسرائیل پر حملہ کر کے صدر صدام نے مسلمانوں کی برسوں پرانی آرزو پوری کر دی (مولانا شاہ احمد نورانی)

پاکستان کے وزیر خارجہ کو برطرف کیا جائے (شاہ فرید الحق)

[illegible] کے مال کا بائیکاٹ کیا جائے (محمد احمد صدیقی)

یہ اُڑی اُڑی سی رنگت ؟

۲۴ گھنٹے میں فتح کا دعویٰ کرنے والا امریکی جنرل پاول پاگل ہو گیا

انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آج یہاں کیوں موجود ہے۔ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد آرام باغ میں جہاں دیکھیں جس طرف نظر اٹھائیں سر ہی سر نظر آرہے ہیں۔ نوجوانوں نے صدر صدام حسین اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قد آور فوٹو اٹھا رکھی ہیں۔ عراقی پرچم ہاتھ میں لئے ہوئے صدام حسین زندہ باد کا پرجوش نعرہ لگ رہا ہے آرام باغ کے میدان میں تل رکھنے کی جگہ نہیں اطراف کی سڑکیں بھی کھچا کھچ بھری ہوئی ہیں۔ جلوس پر جلوس چلے آرہے ہیں۔ ہر طرف سے ایک ہی نعرہ گونج رہا ہے صدام حسین زندہ باد۔ امریکی سامراج مردہ باد۔

آخر یہ لوگ کس جذبہ کے تحت یہاں جمع ہوئے گولے تو عراق کی سرزمین پر برس رہے ہیں۔ ان کے دل کیوں دھڑک رہے ہیں۔ یہ کیوں بے چین ہیں۔ خوشی سے یہ کیوں مرنا چاہتے ہیں۔ جذبہ جہاد اور موت کی تمنا ان کے دلوں میں کیوں موجزن ہے۔ امریکیوں سے نفرت کیوں عراقیوں سے محبت کیوں۔ ان کا دل زخموں سے کیوں چور ہے۔ یہاں کے جوان بوڑھے کیوں بے قرار ہیں۔ ان کا عراقیوں سے کیا رشتہ ہے۔ یہ تو پاکستانی ہیں وہ عراقی ہیں۔ ان کی قومیت دوسری ان کی قومیت دوسری۔ پھر یہ کیوں جان دینا چاہتے ہیں.......... ایک دم کسی نے با آواز بلند کہا۔ مسلم قومیت اسلامی اخوت سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ ہمارا رشتہ مسلم قومیت کا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان ایک دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں ہم مسلمان ہیں ہم ایک جسم کی طرح ہیں ہم سب چاہے جہاں رہیں اس جسم کے بازو ہیں کسی ایک بازو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارے

> **صدر بش**
>
> **"شیطانِ اعظم" کا کردار**
>
> **ادا کر رہے ہیں !**

جسم کو درد محسوس ہوتا ہے عراقیوں پر بم برس رہے ہیں سامراجی طاقتیں عراقیوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہیں ۲۹ جابر اور ظالم حکمران ایک مرد آہن کے مقابلے میں ناپاک عزائم کی تکمیل میں مجتمع ہو گئے ہیں ان کا سرخیل [illegible] ہے صدر بش "شیطان" اکبر کے روپ میں [illegible] سعودیہ کا عیاش بادشاہ شاہ فہد "نجدی شیطانیت" میں پیش پیش ہے۔ نجد کی سرزمین سے آٹھ ہزار مرتبہ عراق پر حملہ کر چکے ہیں ہو سکتا ہے قارئین تک جب احوال پہنچے تو حملوں کی کل تعداد ۱۰ ہزار سے تجاوز کر جائے راکٹوں اور ہوائی حملوں سے جو بم برسائے جائیں ان کی تعداد ساٹھ ہزار ٹن سے بھی زیادہ ہو جائے جنگ کے روزانہ کا خرچ نصف بلین ڈالر ہے ان سب کا خرچ سعودیہ کے رنگیلے بادشاہ شاہ فہد اٹھا رہے ہیں جو راکٹ برسائے جا رہے ہیں ان میں ہر ایک کی قیمت تیرا ملین ڈالر ہے جہاں ایک طرف نجدی شیطان نے آتش فشاں کا دہانہ کھول دیا ہے وہاں سرزمین بغداد پر صدر صدام صلاح الدین ایوبی بن کر مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں صدر بش کی ہوائیاں اڑی ہوئی ہیں ان کے سارے گھناؤنے منصوبے ناکام ہو گئے جنرل پاول پاگل ہو گیا

اس نے اعتراف کر لیا پہلے راؤنڈ میں کامیابی عراق کو ہوئی۔

امریکہ کے اس چنگیزی جارحیت کے خلاف پورا کراچی اُمڈ آیا آج یہاں کوئی نعرہ نہیں صرف ایک نعرہ ہے اسلام زندہ باد صدام حسین زندہ باد مولانا شاہ احمد نورانی زندہ باد مسلم قومیت زندہ باد مولانا شاہ احمد نورانی

صدر صدام صلاح الدین ایوبی بن کر مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں،

ان کی حمایت میں جو تحریک اٹھی ہے اس کا دائرہ انڈونیشیا سے تیونس تک پھیلا ہوا ہے؛

اور راقم الحروف پچھلے ہی ہفتے عراق کی اسلامی کانفرنس میں شرکت کے لئے بغداد گئے تھے وہاں ہر شخص کے چہرے پر ایک عزم تھا صلیبی قوتوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے قسم کھا رکھی تھی میدان جنگ میں انہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی جب عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے آئے تو پورا مجمع اٹھ کھڑا ہوا پورا جلسہ گاہ نعرہ اللہ اکبر سے گونج اٹھا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا عالم اسلام برسوں سے ایسے ایسے شخص کی تلاش میں تھا جو یہودیوں کو چیلنج کر سکے شکر ہے اللہ کا کہ سرزمین بغداد سے ایک ایسا مجاہد پیدا ہوا ہے جو صلاح الدین ایوبی کا کردار ادا کر رہا ہے مجمع کا جوش قابل دید تھا نورانی میاں کے ایک ایک لفظ پر پورا مجمع نعرہ تکبیر بلند کر رہا تھا جدھر دیکھیں سر ہی سر نظر آ رہے تھے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جلوس کی شکل میں جوق در جوق آ رہے تھے مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا صدر صدام نے یہودیوں کو للکار کر پورے مسلمانوں کی برسوں کی آرزو پوری کر دی۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا مجاہدین کا دستہ تیار ہو رہا ہے لوگ اسلام پر مرنے کے لئے تیار ہیں یہ دستہ اس لئے تیار کیا جا رہا ہے کہ جب بھی صدر صدام کو ضرورت ہوگی فوری طور پر ان کو روانہ کیا جائے گا انہوں نے کہا آپ لوگ خون کا عطیہ اور دوسری امداد کے تعاون کے لئے تیار ہو جائیں انہوں نے کہا برصغیر میں سب سے بڑی تحریک خلافت تحریک تھی لیکن یہ تحریک اب اسلامی تاریخ میں سب سے بڑی

خلیج میں امریکی جارحیت کے خلاف آرام باغ (کراچی) میں منعقد ہونے والے عظیم الشان جلسۂ عام سے جے یو پی کے صدر مولانا نورانی، سینیٹر نائب صدر شاہ فرید الحق، مرکزی رہنما صوفی ایاز خان نیازی، محمد احمد صدیقی، جے یو پی کراچی کے صدر سید ارشاد علی، صدیق راٹھور، رزاق سانگانی، رجب علی نعیمی، انجمن نوجوانان اسلام (کراچی) کے صدر طارق محبوب، انجمن طلباء اسلام کے مرکزی صدر ڈاکٹر جاوید اختر خطاب کر رہے ہیں

حکومت وقت اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ اس جذبہ کو اوچھے ہتھکنڈوں سے نہیں روک سکتی۔ پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا صدر صدام حسین بیت المقدس کو آزاد کرانے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ لیکن افسوس کہ پاکستان کے حکمراں عیسائیوں۔ یہودیوں اور امریکیوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا موجودہ حکومت اسلام کا نام استعمال کر کے الیکشن جیتی تھی۔ لیکن اس کے اقدامات عین غیر اسلامی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ مسئلہ بڑی آسانی سے طے کیا جاسکتا تھا۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے ذریعہ مسئلہ کا حل ڈھونڈھا جاسکتا تھا۔ لیکن اس کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ عالم اسلام کا مسئلہ تھا۔ عالم اسلام کو اس کا حل تلاش کرنا چاہئے تھا۔ پاکستان کو اس میں نمایاں کردار ادا کرنا چاہئے تھا۔ پاکستانی وزیر اعظم "امریکی برانڈ" وزیر اعظم ہے انہوں نے کہا ہم متنبہ کرتے ہیں کہ اگر پاکستانی حکومت نے اپنا رویہ تبدیل نہ کیا تو وہ نوشتہ دیوار پڑھ لیں .... عوام کا ریلاسب کو بہا کر رکھ دیتا ہے۔

پروفیسر شاہ فرید الحق نے کہا بش نے حملہ کرنے سے پہلے شاہ فہد سے حملہ کی اجازت لی اور شاہ فہد نے کہا حملہ کرو۔ انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو اس بات کی کھلی اجازت دی کہ نجد سے شیطانی آگ برسائی جائے۔

عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے صوفی

تحریک شتر ہوگی اس تحریک میں انڈونیشیا سے لے کر تیونس تک کے سارے مسلمان ایک جذبے سے سرشار ہیں حکومت کتنے اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرے لیکن وہ عوام کے دلوں سے صدر صدام کی محبت نہیں نکال سکتی عوام کے دلوں پر صدام حسین کا راج ہے انہوں نے کہا بغداد اولیا انبیاء شہدا کی سرزمین ہے۔ یہاں شہداء اعظم، غوث الاعظم اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ اجمعین ہیں۔ انہوں نے کہا عراق کی سرزمین بھی حرم شریف کی سرزمین کی طرح مقدس ہے انہوں نے کہا عالم اسلام کے مسلمان صدر صدام حسین کا ساتھ دیں تاکہ یہودی اور عیسائی قوتیں مسلمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ سکیں۔ تقریر کا اختتام کرتے ہوئے جب مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا اب آپ حضرات دعا کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اللہ کے دربار میں عراق کی سلامتی اور فتح کے لئے دعا کریں تو سارا مجمع اٹھ کھڑا ہوا۔ مولانا نے گڑگڑا کر اللہ کے دربار میں عراق کی فتح و نصرت اور صدام حسین کی زندگی کے لئے دعا کی۔ دعا کرتے وقت فضا بڑی رقت آمیز تھی۔ مجمع سے آمین آمین کی آواز آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ آرہی تھی۔

شاہ فرید الحق نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے حکومت پاکستان کی پالیسی اور سرد مہری اور امریکہ کی کاسہ لیسی پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے کہا پاکستان کی خارجہ پالیسی نہایت ناقص ہے۔ اور وزیر خارجہ امریکہ کی دلالی میں لگا ہوا ہے۔ وہ امریکہ کا ایجنٹ ہے۔ امریکی مفادات کے لئے کام کر رہا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ فوری طور پر اس کو برطرف کیا جائے۔ انہوں نے کہا

ایاز خان نیازی نے کہا جو اسلامی حکومت دوسرے مسلمان ملک پر کافروں کے ساتھ مل کر حملہ کرتی ہے وہ اسلامی حکومت نہیں۔ اور جو مسلم حکمراں عیسائیوں اور یہودیوں کا حلیف ایک مسلمان حکومت کے خلاف بن جاتا ہے۔ اور اپنی سرزمین سے وہ مسلم حکومت پر حملہ کراتا ہے وہ مسلم حکمران نہیں۔ انہوں نے کہا پورا عالم اسلام شاہ فہد کے اس مزموم قول پر سراپا احتجاج بنا ہوا ہے۔ وہ صدر صدام ہی کا نہیں بلکہ ہر عالم اسلام کے ہر مسلمان کا مجرم ہے۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے راقم الحروف نے کہا کہ آج جب آپ جمعہ کی نماز پڑھ کر یہاں جمع ہوئے ہیں۔ آج جب آپ اس کھلے میدان میں بیٹھے ہوئے ہیں تو ہمارے عراقی بھائیوں کو نجد کے عیاش بادشاہ شاہ فہد نے آگ اور خون میں جھونک دیا ہے۔ شاہ فہد نے عراق پر لشکر کشی کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل سے قرار داد پاس کرانے کے لئے بھاری رقمیں رشوت کے طور پر دیں۔ روس کو ۱۳ بلین ڈالر رشوت کے لئے دیئے گئے تاکہ وہ ویٹو نہ کر سکے۔ اسی طرح

چین کو بھی بھاری رقم پیش کی گئی مصر کا قرضہ معاف کیا گیا یہ سارا خرچ سعودیہ کا عیاش بادشاہ اٹھا رہا ہے۔ جاپان۔ نے ابھی ابھی اعلان کیا ہے کہ وہ ۲ بلین ڈالر "وار فنڈ" دے گا۔ جاپان ہیروشیما کا رونا اب تک رو رہا ہے۔ لیکن جاپان نے اسلامی ملک کے خلاف آگ برسانے کے لئے اس کو تہس نہس کرنے کے لئے "وار فنڈ" دے دیا ہے اس کا یہ جرم گھناؤنا ہے۔ مکروہ ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ جاپانی مال کا بائیکاٹ کیا جائے جس پر پورے مجمع نے اثبات میں جواب دیا اور نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔ راقم الحروف نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک کا بچہ بچہ صدر صدام کی حمایت کر رہا ہے۔ پورا ملک سراپا احتجاج بنا ہوا ہے لیکن حکومت کا رویہ اس کے برعکس ہے حکومت

پاکستانی حکومت نوشتہ دیوار

پڑھ لے، عوام کا ریلہ سب کو بہا کر رکھ دیتا ہے

جمہوریت کا تو راگ الاپتی ہے لیکن وہ عوام کے جذبات کی ترجمانی نہیں کرتی۔ اس لئے وہ نمائندہ حکومت نہیں ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ موجودہ حکومت

مستعفی ہو جائے۔ حاضرین مجلس نے اثبات میں جواب دیا اور کہا نواز شریف استعفیٰ دو۔ صاحب زادہ یعقوب خان مستعفی ہو۔ راقم الحروف نے کہا کہ عراق پر لشکر

کشی امریکہ کے غنڈے صدر جارج بش نے کی ہے جو شیطان اعظم کا کردار ادا کر رہا ہے۔ جن ملکوں نے عراق کے خلاف لشکر کشی میں اتحادی بن کر ساتھ دیا ہے ان سے سفارتی تعلقات توڑے جائیں۔ اگر حکومت یہ کام نہیں کرے گی تو پھر عوام کے غیض غضب سے نہیں بچے گی۔ عوام نے اثبات میں جواب دیا "سفارتی تعلقات ختم کرو" امریکی پٹھو حکومت چھوڑ دو۔

اجتماع سے کراچی ڈویژن کے صدر سید ارشاد علی۔ محمد صدیق راٹھور نے بھی خطاب کیا جب کہ کونسلر رزاق سانگانی، انجمن نوجوانان اسلام کراچی کے کنوینر طارق محبوب اور انجمن طلباء اسلام کے مرکزی صدر ڈاکٹر جاوید اختر نے متعدد قرار دادیں پیش کیں۔ جمعیت علمائے پاکستان کراچی کے جنرل سیکریٹری ہاشم صدیقی نے اسٹیج سیکریٹری کے فرائض انجام دیئے۔

خود ساختہ محافظ حرمین کے سیاہ کرتوتوں کا شرمناک پس منظر

علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی

بارھویں صدی کی ابتدا میں جزیرۃ العرب کے بلاد [illegible] نجد سے ایک سیاسی تحریک مذہب کے نام پر اٹھی۔ اس تحریک کے قائدین کا منشا تو صرف اقتدار کی کرسیوں پر قبضہ جمانا تھا۔ لیکن لوگوں کو اپنے گرد اکٹھا کرنے اور عوام الناس میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لئے ابتداءً سارا زور توحید کی تعلیم، نماز کی تبلیغ اور شرک کی مخالفت میں صرف کیا جاتا تھا۔

اور چونکہ جزیرۃ العرب میں حصول اقتدار کے لئے مسلمانوں سے لڑنا ناگزیر تھا۔ جہاں ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمان ہی مسلمان تھے۔ اقتدار کی کرسیوں پر بالکلیہ انہیں کا قبضہ تھا۔ اور بڑی حد تک اسلامی قوانین بھی نافذ تھے اس لئے جب اس نومولود تحریک سے متاثر ہو کر نجدی خواص و عوام کی بھیڑ ساتھ ہو گئی تو مسلمانوں پر حملہ کرنے، ان کا مال لوٹنے اور خاص حرمین طیبین میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے کا جواز اس طرح پیدا کیا گیا کہ "اس وقت عام طور سے مسلمان شرک میں مبتلا ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں اس لئے ان سے جہاد فرض اور ان کا مال ان کی جان مباح ہے۔

کیا غضب ہے کہ آج سے چودہ سو سال قبل جس جان اور مال کو محمد بن عبداللہ فداہ ابی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جزیرۃ العرب میں خدا کے دیئے ہوئے اختیار سے یہ کہہ کر حرام قرار دیا تھا۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے لگیں نماز اور زکوٰۃ کے پابند ہو جائیں اگر وہ یہ کرنے لگیں گے تو ان کا مال ان کی جان محفوظ ہو گی۔

بارہ سو سال بعد ٹھیک اسی جزیرۃ العرب میں اسی جان و مال کو محمد بن عبدالوہاب اپنے خصوصی اختیار سے یہ کہہ کر حرام کر رہا ہے۔

جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے اور یہ شرک کرتا ہے کہ مردوں کو پکارتا ہے اور ان سے ضرورتوں اور مشکلوں کا حل چاہتا ہے وہ کافر و مشرک ہے۔ اس کی جان و مال حلال ہے۔ اگرچہ کلمہ پڑھتا ہے روزہ کرتا ہے اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہے۔

(احمد ابن ہاجر نجدی بحوالہ محمد بن عبدالوہاب ص ۶۳)

اس بے باک انسان نے مذکورہ بالا حدیث کی دھجیاں اڑا کر رکھ دی ہیں لیکن لوگ یہی باور کرا رہے ہیں کہ وہ تو عامل بالحدیث اور بڑے محب سنت تھے۔

بس اب اس باطور شاہی اعلان کے بعد کیا تھا۔ یہ نجدی مجاہدین کلمہ اور نماز کے پروپیگنڈے کے سائے میں، بزرگوں کی قبروں کو ڈھاتے یادگار مسجدوں کو کھودتے، جس مسلم آبادی میں پہنچے قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے مسلمانوں کی جان و مال پر ٹوٹ پڑتے اور خدا اور رسول کی سرزمین پر خالص دارالاسلام میں بزعم خویش جہاد کا مزا لوٹ رہے تھے اور ٹھیک انہیں خطوط پر یہ تحریک آگے بڑھی، پروان چڑھی اور اپنے کمال کو پہنچی، حد یہ ہے کہ پایہ تخت، مفتوحہ علاقے و مال غنیمت، اور وہ قوم جس سے جہاد کیا جانے والا تھا۔ ایک ایک کر کے سارے لوازمات بہت پہلے ہی بانی تحریک محمد بن عبدالوہاب کے ذہن میں واضح طور پر متعین تھے کہ اس لئے مسلمانوں پر حملہ کیا جائے گا۔ غارت گری کے بعد غنیمت بنا کر ان کا مال ہتھیا لیا جائے گا، اور ان کی نعشوں پر نجدی امیروں کی عظمت کا تخت بچھے گا ہم دیکھتے ہیں کہ تحریک کے بالکل ابتدائی دور میں ابن عبدالوہاب نے امیر عیینہ کو ان الفاظ میں شرکت کی دعوت دی۔

مجھے امید ہے کہ اگر تو لا الہ الا اللہ کی مدد کے لئے کھڑا ہو گیا تو اللہ تجھ کو غالب کرے گا اور تو نجد اور اس کے دیہاتوں پر غالب آئے گا اس کا مالک ہو گا۔

(محمد بن عبدالوہاب مسعود عالم ندوی ص ۳۲)

اور اس کے تھوڑے ہی دنوں بعد جب امیر محمد بن سعود سے عہد و پیمان ہو رہے تھے تو ان الفاظ میں فتوحات کا وعدہ کیا گیا۔

رہی دوسری شرط سو انشاء اللہ تمہیں فتوحات اور غنیمتوں میں اتنا کچھ مل جائے گا کہ اس طرح کا خیال بھی دل میں نہ آئے گا۔

کتاب مذکورہ ص ۳۹

ان عبارتوں میں پایہ تخت، بادشاہ، مال غنیمت، اور غنیم، سبھی بڑی واضح طور پر نمایاں ہیں اسی کے نتیجے میں ۱۱۸۷ھ ۱۷۷۳ء میں ریاض اسی جہاد کا شکار ہوا۔

"امیر محمد بن سعود کے بھائیوں اور بیٹوں نے معاندین کی خوب خوب خبر لی، اور جدال و قتال کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ آخر ۱۱۸۷ھ میں عبدالعزیز بن سعود کے تازہ حملہ کی خبر پاکر ابن ورش شہر چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور قلب نجد پر امیر عبدالعزیز کا مکمل قبضہ ہو گیا۔"

(کتاب مذکور ص ۴۶)

واضح ہو کہ جن لوگوں کے خلاف یہ شاندار فتح حاصل کی گئی تھی، قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا تھا وہ سب کے سب مسلمان اور محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی امت تھے۔ ریاض میں جو مال غنیمت حاصل ہوا، اس کی بھی ایک جھلک قابل ملاحظہ ہے۔

"صرف فتح ریاض کے وقت ان پر (محمد بن عبدالوہاب پر) چالیس ہزار قرض تھا جو مال غنیمت سے ادا کیا گیا۔"

(کتاب مذکورہ ص ۴۳)

عراق اور فارس کے حاجیوں پر بھی اس جہاد کی بجلی کوندی۔

"عراق اور فارس کے حاجیوں کے قافلے جو وہاں علاقے سے گزرتے، نجدی دستوں کی چھیڑ چھاڑ کا شکار ہونے لگے۔"

(کتاب مذکور ص ۶۶)

۶۱ھ میں یزید نے میدان کربلا میں خود امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے تن نازنین کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا یا اب بارہ سو سال کے بعد ۱۲۱۶ء میں نجدی مجاہدین نے کربلا میں ان کی تربت پاک کے ساتھ جو گستاخیاں کیں اس کی لرزہ خیز داستان ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

سعود تمام نجد، جنوب حجاز اور صنعاء سے ایک لشکر جرار لیکر کربلا کے ارادہ سے چلا اور بلد الحسین (کربلا) کے باشندوں پر حملہ کیا۔ اس پر دھاوا بول دیا۔ شہر پناہ کی دیوار پر چڑھ گئے۔ اور زبردستی داخل ہوگئے۔ اور اکثر باشندوں کو تہ تیغ کیا، اور اس قبہ کو جو ان کے اعتقاد کے مطابق حسین کی قبر پر بنایا گیا تھا، منہدم کر دیا، قبر کے آس پاس چڑھاوے کی تمام چیزیں لے لیں۔ قبہ زمرد یاقوت اور جواہرات سے آراستہ تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ مال و متاع (ہتھیار، لباس سونا چاندی، قیمتی مصاحف اور بے شمار چیزیں) ملا سب لے لیا۔ اور شہر میں ایک پہر سے زیادہ نہیں ٹھہرے اور ظہر کے وقت تمام مال و متاع لے کر وہاں سے نکل آئے، اور اس کے باشندوں میں سے تقریباً دو ہزار قتل کیے گئے۔"

یہ مان لیجئے کہ کربلا کے تمام باشندے کافر و مشرک تھے۔ پھر یہ حملہ جہاد کے کس خانے میں شمار ہوگا؟ اعلائے کلمۃ الحق، تاسیس حکومت الٰہیہ جو جہاد کا اولین مقصد ہے اس کا دور دور تک پتہ نہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چند خونخوار ڈاکو خون خرابے لوٹ مار کے بعد شہر والوں کو خاک و خون میں تڑپتا چھوڑ کر چمپت ہوگئے۔

۱۲۱۹ھ میں اس مجدد جلیل کا رخ خاص حرم اور بلد الحرام کی طرف ہوا۔ جس کے لئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

بے شک اس مقدس شہر کو اللہ نے حرام قرار دیا ابتدائے آفرینش سے تو اب وہ قیامت تک اللہ کے حرام کئے سے حرام ہے اس میں کسی کے لئے بھی لڑائی حلال نہیں نہ مجھ سے پہلے نہ میرے بعد میرے لئے بھی صرف ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا تھا۔ اب وہ اللہ کے حرام کرنے سے قیامت تک کے لئے حرام ہے۔

اسی بلد اللہ الحرام میں یہ مجاہدان الوالعزم تلواریں چمکاتے، قتل و خونریزی کرتے جہاد کا ثواب فراہم کررہے تھے۔

"سعود بن عبدالعزیز ایک فاتح کی طرح مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ باشندوں کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں کی گئی۔"

سعود نے کوئی بیس دن قیام کیا، اس دوران نجدی مسلمان قبوں کو گراتے رہے۔ تا آنکہ مکہ کے تمام مشاہد اور قبے زمین کے برابر کر دیئے گئے سعود عبدالمعین کو امیر بنا کر خود حرم کو مشرکانہ آلودگیوں سے پاک کرنے کی طرف متوجہ ہوگیا وہ مشرکانہ آلودگیاں کیا تھیں، جن سے حرم کو پاک کیا گیا، اسی راوی کا بیان ہے۔

"کعبہ کے جواہر اور قیمتی ذخیرے فاتحین میں تقسیم کئے گئے قبے گرائے گئے۔"

(کتاب مذکور ص ۷۸، ۷۹)

کہا جاتا ہے کہ سعود نے باشندوں کو آزادی دی لیکن ہوا یہ کہ "بعض مجاور بھی قتل کیے گئے۔" یہ بعض کتنا وسیع ہے اور ان مظلومین و مقہورین کی تعداد کتنی ہے۔ اسے مقتولین سے تعلق رکھنے والوں سے پوچھنا چاہئے لیکن ہمارے سامنے تو اتنی جاندار شہادتیں ہیں جن پر یہ الزام لگایا ہی نہیں جاسکتا کہ ان لوگوں نے وہابیت دشمنی میں یہ روایتیں گڑھ لی ہوں گی۔ مولوی حسین احمد مدنی صدر دارالعلوم دیوبند اپنی کتاب الشہاب الثاقب ص ۵۳ پر تحریر کرتے ہیں۔

"جب کہ وہ غلبہ پاکر حرمین شریفین پر حاکم ہوگئے تھے ہزاروں کو تہ تیغ کر کے شہید کیا، اور ہزاروں کو سخت ایذائیں پہنچائیں۔"

نواب صدیق حسین خاں ترجمان وہابیہ ص ۵۱، ۵۲ پر رقمطراز ہیں۔

"وہ لشکر مکہ میں پہنچا اس نے اہل مکہ کو زیر و زبر کر کے تین مہینہ تک اس کا حصار کیا۔ اہل مکہ کا توشہ ختم ہوگیا۔ ناچار انہوں نے اطاعت قبول کی وہاں کے سرداروں اور شریفوں کا قتل کیا، اور کعبہ کو برہنہ کر دیا، اور دعوت وہابیت قبول کرنے پر لوگوں کو مجبور کیا۔"

شاید غلاف کعبہ بھی کوئی مشرکانہ آلودگی تھی جس کے خلاف جہاد اور کعبہ سے جس کی صفائی ضروری تھی مکہ شریف کے بعد مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی۔

"مدینہ منورہ ۱۸۰۴ء میں فتح ہوا، وہاں ایک شخص حسن قلعی شہر پر قابض ہوگیا تھا۔ اور شہر کو سپرد کرنے سے پہلے قبہ شریف کے خزانہ پر قبضہ کر کے اپنے خاص لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ فتح کے کچھ ہی بعد سعود مدینہ پہنچا اور قبہ کھول کر جو کچھ تھوڑا بہت بچا تھا اپنے قبضہ میں کر لیا۔"

شاید یہ سوچا جاتا کہ قبہ رسول کی یہ بے حرمتی ایک اجڈ فوجی نے کر دی تھی خود امیر سعود ہوتے تو یہ بات نہ ہوتی لیکن امیر نے بچا کھچا لوٹ کر بتا دیا نہیں جی لنکا میں سب بارہ ہاتھ کے ہیں۔ نواب صدیق حسن صاحب ترجمان وہابیہ میں لکھتے ہیں۔

"پھر مدینہ منورہ گیا وہاں کے لوگوں پر جزیہ باندھا مزار مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ کیا اور اس کے خزائن و دفائن سب لوٹ کر درعیہ لے گیا۔"

ان اقتباسات کو بار بار پڑھئے، کہیں سے بھی اسلامی جہاد کی جھلک نظر آتی ہے؟ کیا کعبہ شریف کو لوٹنا اس کا غلاف نوچ لینا قبہ رسول کی غارت گری اسلامی جہاد ہے؟ اگر یہی اسلامی جہاد ہے تو کافرانہ شورش کیا ہوگی؟ پھر حجاج بن یوسف کیوں بدنام ہے۔ ابرہہ الاشرم پر کیوں لعنت بھیجی جاتی ہے؟

الغرض وہابیت کی پوری تاریخ قدم قدم پر اس امر کی شہادت فراہم کرتی ہے کہ تحریک وہابیت بھی، دنیا کے اور تمام مطلق العنان فاتحین کی جابرانہ مہموں کی طرح نجد کے ایک شیخ کے جذبہ استحصال و اقتدار پرستی کا ثمرہ تھی۔ اگر کوئی فرق ہے تو صرف یہ کہ دوسروں نے دنیا کو دنیا کہہ کر حاصل کیا اپنے ہوس ملک گیری کی کوئی شرعی تاویل نہیں کی اور یہاں شیخ نے اپنی خبیث دنیا پرستی کے منہ پر اسلام کا غازہ پھیر دیا۔ اپنے جذبہ استحصال پسندی کی حسین و ایماندارانہ تاویل کی اور جس فوج کو مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے لئے بھیجا اس کے ہاتھ میں ایسا پرچم دے دیا جس پر کلمہ توحید ثبت تھا۔

اور اس تحریک کے نقطہ عروج تک پہنچتے پہنچتے تو اس کی یہ ہوس ملک گیری اتنی نمایاں ہو کر سامنے آگئی کہ وہ لوگ بھی جو ابتداء میں تحریک کے سخت موید تھے، چیخ اٹھے اور شدید ترین صدائے احتجاج بلند کی۔ رئیس الاحرار مسٹر محمد علی جو اپنی سادہ لوحی سے ایک زمانہ میں ابن سعود اور اس کی جارحانہ کارروائی کے پرزور حامی تھے۔ حرمین شریفین پر وہابی تسلط ہو جانے کے بعد وہاں کا آنکھوں دیکھا حال دلی کی جامع مسجد میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"میں خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں اور اس کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں مجھے ابن سعود سے ذاتی عداوت نہیں نہ میری مخالفت یا حمایت کسی ذاتی غرض پر ہے۔ جو کچھ میں نے آنکھوں سے دیکھا وہی کہوں گا۔ اور صاف صاف کہوں گا۔ خواہ اس سے کوئی جماعت خوش ہو یا ناخوش، سلطان ابن سعود اور ارکان حکومت بار بار اور ہر کلام میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی رٹ لگاتے تھے۔ لیکن میں نے تو یہ پایا کہ انہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول کو دنیا کمانے کے لئے آلہ بنا رکھا ہے۔ جو لوگ ڈاکہ ڈالتے ہیں چوری کرتے ہیں برا کرتے ہیں لیکن جو لوگ قرآن و حدیث کو آڑ بنا کر دنیا کی حکومت حاصل کرتے ہیں چوروں، ڈاکوؤں سے بھی برا کرتے ہیں۔"

(مقالات محمد علی حصہ اول ص ۹۵، ۹۶)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"نجد اور نجدیوں کا یہی کارنامہ ہے کہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے خون میں ان کے ہاتھ رنگے ہیں اور غالباً وہ اس وقت بھی یمن کے

مسلمانوں پر جنگ کی تیاری ہے حالاں کہ سر گلبرٹ سے حدود حرم کے سامنے ہی ملاقات کر کے انہوں نے برطانیہ سے معاہدہ کیا ہے کہ برطانوی انقلاب کے حدود کے خلاف کبھی قدم نہ اٹھائیں گے۔"

(مقالات حصہ اول ص ۱۳۷)

عبدالماجد دریا آبادی (جو ابن سعود کے حملہ حجاز کے زمانہ میں اس کی قلمی جنگ کے عینی شاہد بلکہ شریک کار تھے جو ہندوستان بھر میں سعودیوں اور غیر سعودیوں میں لڑائی گئی) اپنی کتاب "محمد علی کی ڈائری" میں نہایت دلسوزی اور قلبی اذیت کے ساتھ شاہ بن سعود کی آمرانہ چالوں کا ماتم کرتے ہیں۔

"خلافت کمیٹی ڈیڑھ سال قبل اپنا نقطہ نظر سلطان ابن سعود کے سامنے یوں واضح کر چکی تھی۔

ہندوستانی مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حجاز پر کوئی شاہ یا سلطان حکومت نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہاں ایک ایسی جمہوریت قائم کرنی چاہئے جو غیر مسلم اغیار کے اثر سے بالکل پاک ہو۔ اس وقت اراکین حجاز کی ایک عارضی کمیٹی حکومت قائم ہو جائے اور مستقل حکومت کا فیصلہ اسلامی کانفرنس پر رکھا جائے۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو اس کا جواب تار پر وصول ہو گیا۔

آپ کے اور مسلمانان ہند کے صحیح خیالات کا شکریہ .... آخری فیصلہ دنیائے اسلام کے ہاتھ میں ہے

۲۲ نومبر کو نجد کے قاضی القضاۃ عبداللہ بن بلیہد کا تار وصول ہوا کہ سلطان نے نجد سے مکہ روانہ ہوتے وقت یہ تقریر کی "میں مکہ معظمہ پر قبضہ کرنے نہیں جا رہا ہوں .... اب مکہ معظمہ میں بغیر شریعت کے کوئی سلطان نہ ہو گا .... وہاں کی پالیسی عالم اسلام کی مرضی کے مطابق ہوگی ہم جملہ نمائندگان عالم اسلام کی کانفرنس مکہ معظمہ میں کریں گے۔ دسمبر ۱۹۲۴ء میں جو دعوت نامہ سلطان کی طرف سے موتمر اسلامی میں شرکت کے لئے آیا تو اس نے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ چھوڑیں طویل عبارتوں کے درمیان یہ عبارتیں تھیں۔ میں خدائے برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ میرا مقصد حجاز پر تسلط یا حکومت کرنا نہیں۔ حجاز میرے ہاتھ میں اس وقت تک ایک امانت ہے جب تک اہل حجاز خود اپنے میں سے ایسے حاکم کا انتخاب نہ کر لیں جو عالم اسلامی کی بات ماننے والا ہو۔ ہم ایک استفتاء عام عنقریب جاری کریں گے جس میں حاکم حجاز کے انتخاب اور عالم اسلامی کی نگرانی کے متعلق استفتاء ہو گا۔ اور پھر ہم اس امانت کو ان اصول کے ماتحت اس حاکم کے سپرد کر دیں گے۔"

محمد علی کیا اب بھی اعتماد نہ کرتے؟ کیا اتنی تصریحات کے بعد بھی غیر مطمئن رہتے۔ آج اتنا زمانہ گزرنے کے بعد بھی ان بیانات کو پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ محمد علی کا اعتماد کس سادہ دلی کا نتیجہ تھا۔ لیکن ۱۱ جنوری کو سلطان کے اعلان بادشاہت کا تار آگیا۔ رائٹر کا یہ ذرا سا تار محمد علی کے لئے بم کے گولے سے کم نہ تھا ایک مصیبت عظمیٰ کا پیام تھا۔

.... ہائے۔ چاہا کیا تھا ہوا کیا! سوچا کیا نتیجہ کیا نکلا، مانگا کیا تھا ملا کیا! سلطان کے اعلان ملوکیت کے بعد وسط جنوری میں ان کے نام حسب ذیل تار صدر جمعیت خلافت کی طرف سے روانہ ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ اخبارات حجاز آپ کو بادشاہ منتخب کرنے اور نیز آپ کے اس کو قبول کرنے کی خبریں شائع کر رہے ہیں، ہم متوقع تھے کہ حکومت حجاز کا فیصلہ آنے والی موتمر کے ذریعہ ہو گا جس کو آپ نے مدعو کیا ہے ہم ان غیر متوقع واقعات کے متعلق جس نے فکر پیدا کر دی ہے۔ مزید اطلاع کا تشویش سے انتظار کر رہے ہیں۔

لب و لہجہ اس سے زیادہ نرم بلکہ مودبانہ کیا ہو سکتا تھا۔ لیکن زبان کی نرمی کہیں حقائق کی تلخی کو بدل سکتی ہے۔ کس ملک نے آج تک دلائل کی قوت کے سامنے اپنے لشکر جرار کو بے ہتھیار کر دیا ہے۔ کس فرمانروا نے تاریخ کے طول و عرض میں کسی بے قوت انجمن اور محض کاغذی اور زبانی زور رکھنے والی کمیٹیوں کے ڈر سے تخت و تاج سے دست برداری کی ہے۔ فطرت بشری کبھی اتنی متواضع نہیں ہوتی ہے۔"

ہمارا بھی یہی کہنا ہے کہ تحریک وہابیت ایک خبیث دنیاوی تحریک تھی جس کو دلائل کی قوت سے کوئی سروکار نہ تھا۔ حق و باطل کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ صرف دنیاوی اور سیاسی اقتدار مد نظر تھا اور بس۔"

آستانہ غوث الوریٰ کا
پیغام عالم اسلام کے نام

اے غوث اعظم قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کے شیدائیو!

بغداد شریف جو کہ اولیاء عظام کی جائے پیدائش اور امام ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کی آخری آرام گاہ ہے، آج امریکی جنگی جہازوں اور جدید حربی راکٹوں کی دھمکیوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ جس کا مقصد مقدسات اسلامیہ کی بے حرمتی اور اولیاء کرام کے مزارات کی توہین کرنا ہے، دوسری جانب سلسلہ قادریہ کے پیروں اور عقیدت مندوں کو صفحہ ہستی سے مٹانا ہے۔ نیز وہ فلک شگاف حلقہ ذکر جس سے روح کو تازگی اور بالیدگی ملا کرتی ہے اس کی بھی آبرو خطرے میں ہے

اے دینی غیرت رکھنے والو

اے شجاعت محمدی سے لبریز دل والو

اے سلسلہ قادریہ کی آبرو کے نگہبانو

آل سعود کے خائن حکام نے عراق کے مقدس مقامات کی آبروریزی اور اسلامی روایات کی بے حرمتی کے لئے امریکہ جیسے کافر اور اسلام دشمن ملک سے مدد مانگی ہے۔ نیز اس کے حلیف بھی اپنی فوجیں امریکی فوج کی مدد کے لئے حرمین طیبین میں اتار رہے ہیں۔

لہٰذا ہم آج آپ کی غیرت ایمانی کو للکار رہے ہیں اور آپ کے قلوب ذاکرہ کو آواز دے رہے ہیں۔ آیئے ہم مقدسات اسلامیہ کی پاسبانی کے لئے امریکہ کے خلاف عزم و استقلال کا پہاڑ بن جائیں۔

۱۔ بچاؤ بغداد شریف اور اولیاء اللہ کے مزارات کو۔

۲۔ بچاؤ غوث الاعظم کے مزار اقدس کو امریکی حربی راکٹوں، جہازوں اور صہیونی و ظالم حکمرانوں سے۔

۳۔ اے سلسلہ قادریہ کے متوالو باغیوں کے روبرو صدائے انقلاب بلند کرو!

۴۔ خبردار! تم کافروں کی مدد نہ کرنا اور نہ ہی اللہ کے سوا انہیں دوست بنانا۔

۵۔ اپنے مقدسات، دین، علماء، اولیاء، اور امت اسلامیہ کے صالحین کے معاملات میں اللہ سے ڈرو!

واللہ اکبر ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر (ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم) القرآن۔

(۱) السید یوسف عبداللہ گیلانی۔

(۲) السید احمد ظفر گیلانی۔

سجادہ نشین آستانہ علیہ قادریہ بغداد شریف

(۳) الشیخ عبدالکریم

مفتی عراق و شیخ حلقۃ العلم القادریہ۔ بغداد شریف۔

رسول اکرم ﷺ کی فوجی حکمت عملی

قسط اوّل

انعام الحق ایڈووکیٹ

لوگ عام طور سے تین وجوہات کی بنا پر جنگ کرتے ہیں۔ نصب العین کے حصول کی خاطر، زر و زمین کے لئے یا اپنی جنگجویانہ مزاج سے مجبور ہو کر ایسے لوگ عرف عام میں کرائے کے فوجی کہلاتے ہیں۔ اور جنگی جذبہ سے اکثر عاری ہوتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیرو کاروں کو اسلام کا ایسا نصب العین دیا کہ کوئی فوج اس اعلیٰ نظریہ کا مقابلہ نہ کر سکی۔ یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں مسلم امہ ناقابل شکست بن چکی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدا میں اشاعت اسلام کے لئے بنفس نفیس جنگوں میں شریک ہونا پڑا۔ یہ جنگیں غزوہ بدر، غزوہ احد اور غزوہ خندق کے نام سے مشہور ہیں۔ ان غزوات کی کمان خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور مجاہدین کے شانہ بشانہ غزوات میں شریک رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات کے دوران مجاہدین کی اگلی صفوں میں موجود رہتے تاکہ مجاہدین اسلام کے حوصلے بلند رہیں۔ آپ ؐ کی موجودگی سے مجاہدین ایسی بہادری اور بے جگری سے لڑتے کہ دشمنوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔ آپ ؐ ایک بے مثال جنرل تھے جو صرف حکم ہی نہیں دیتے تھے بلکہ جرات و بہادری کی عملی مثال قائم کرتے تھے۔ آپ ؐ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندقیں کھودیں۔ آپ نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ ایک جنرل میں فوج کو کمان کرنے کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ ایک سپاہی کی سخت محنت و مشقت کرنے کی تربیت بھی ہونی چاہئے۔ آپ ؐ جانتے تھے کہ آپ کا یہ عمل اسلامی سپاہیوں میں جذبہ جہاد کو مزید تقویت بخشے گا اور انہیں آخری فتح سے ہمکنار کرے گا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکمل سپہ سالار تھے اور ایسے سپہ سالار کی زیر کمان کسی فوج کو کبھی شکست نہیں ہو سکتی۔

اسلام کا پیغام ایسا پیغام تھا جو صرف عربوں کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ پوری انسانیت کے لئے تھا۔ لہٰذا یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ اس پیغام کی وسعت پذیری کے نتیجہ میں اس دور کی دو سپر طاقتوں روم اور فارس سے اسلام کے پیرو کاروں کا ٹکراؤ ناگزیر تھا۔ یہ دونوں سپر طاقتیں کچھ اس طرح پر واقع تھیں کہ اسلام کا گھر عرب ان کے درمیان میں تھا اور یہ اتنی طاقت رکھتی تھیں کہ عربوں کو بآسانی زیر کر سکیں۔ عرب یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ ان دونوں طاقتوں کو زیر کر سکیں گے یا کسی ایک کو نیچا دکھا سکیں گے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سپر طاقتوں کو حلقہ بگوش اسلام بنانے کی منصوبہ بندی کی۔ کیونکہ آپ ؐ جانتے تھے کہ اشاعت اسلام کے لئے یہ ضروری تھا۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کے جانشینوں خصوصاً سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کی فوجی حکمت عملی پر عمل کرتے ہوئے اشاعت اسلام کے آپ ؐ کے مشن کو جاری رکھا اور روم و ایران کی سلطنتوں کو فتح کر کے وہاں اسلام کا ابدی پیغام پہنچایا۔ مذکورہ بالا دونوں خلفاء نے آپ ؐ کی حکمت عملی پر جوش و جذبہ سے عمل کیا اور اس کو شاندار کامیابی سے ہمکنار فرمایا۔ فتوحات کا یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا۔ جو بلاشبہ اس فوجی حکمت عملی کا رہین منت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع فرمائی تھی جس کا بنیادی نکتہ فوجی جنرلوں کے انتخاب پر خصوصی توجہ مرکوز کرنا تھا۔ کیونکہ یہ بات اب ثابت ہو چکی ہے کہ کوئی فوج اتنی ہی بہادر اور جرات مند ہوگی جتنا کہ اس کے سپہ سالار (Generals) بہادر اور جرات مند ہوں گے۔ اس لئے فوج کی کمان صرف ان جنرلوں کو دی جائے جو بہادر اور ذہین ہوں۔ جنرلوں کا تقرر کبھی بھی سیاسی بنیادوں پر نہیں کیا جانا چاہئے۔ یہی وہ بنیادی اصول تھا جس کی بنا پر قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو بے مثال فوجی کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔

مزید براں جو یکتائے روزگار خصوصیت ان اسلامی جنگوں میں ہمیں دکھائی دیتی ہے وہ مسلمانوں کا جذبہ ایمانی ہے جو پیغمبر اسلام نے مسلمانوں کے دلوں میں موجزن کر دیا تھا۔ اس لئے ہر مسلمان اسلام کی خاطر جان دینے کو ایک بڑی سعادت سمجھتا تھا۔ اور ہر مسلمان کی زندگی کا مشن تھا غازی یا شہید۔

"مذہبی معرکہ میں مادی نقصان کوئی حقیقت نہیں رکھتا مگر لیکن قومی جنگ میں یہ بڑی اہمیت رکھتا ہے" یہ جواب تھا پاکستان آرمی کے ریٹائرڈ بریگیڈیئر محمد صدیق خان کا جو انہوں نے راقم الحروف کے ایک سوال کے جواب میں دیا تھا۔ جب ان اسلامی مجاہدین کے جذبہ جہاد کے موضوع پر بحث ہو رہی تھی۔ اور قرون اولیٰ کے مسلمان مجاہدین اور موجودہ دور کے برطانوی سپاہیوں کا موازنہ کیا جا رہا تھا جو نازی جرمنی سے دوسری جنگ عظیم کے شروع سال میں تنہا بہادری سے لڑتے رہے تھے۔ جواب تو نہایت دانشمندانہ تھا مگر راقم الحروف کی تشفی نہیں ہوئی۔ اور راقم الحروف کو صحیح جواب اس وقت ملا جب دوسری جنگ کی "خفیہ کہانیاں" نامی کتاب پڑھنے کو ملی جسے ریڈر ڈائجسٹ ایسوسی ایشن نے چھاپی تھی۔ اس کے ایک باب بہ عنوان "اسے وہ بہادری کہتے ہیں" کے صفحہ نمبر ۲۷۳ پر کتاب کا مصنف کرنل ڈولارڈ دیمنارڈ جو فوجی خدمات کے دوران چھ سو سپاہیوں کے ہمراہ ایک خطرناک فوجی مہم انجام دے رہا تھا لکھتا ہے کہ "بٹالین کا ہر آدمی جانتا تھا کہ وہ مرنے یا زخمی ہونے والا ہے۔ لیکن میں یا کوئی دوسرا شخص ایمانداری سے یہ نہیں سمجھتا تھا کہ اس کے ساتھ ہی یہ حادثہ پیش آئے گا۔ اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ پہلا عنصر جسے وہ بہادری کہتے ہیں۔ ایک طرح کی خوش امیدی اور خود غرضی تھی۔ اور یہی چیز ہر ایک کو میدان جنگ میں لے آتی ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر راقم الحروف پر منکشف ہوا کہ اسلام جو ہمت و شجاعت کا جذبہ دیتا ہے اس کا محرک کچھ اور ہے۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے کہ ہر مسلمان کے لئے آج بھی جو سب سے زیادہ اعزاز کی بات ہے وہ ہے شہادت کا مرتبہ حاصل کرنا۔ ایک مسلم مجاہد ہنستے کھیلتے موت کو گلے لگا لیتا ہے۔ اس کا عقیدہ اسے میدان جنگ میں موت سے بالکل بے خطر بنا دیتا ہے۔ ۱۴ سو سال پہلے اسلام کا پیغام دیا گیا تھا۔ لیکن جذبہ جہاد اور شہادت کی آرزو آج بھی ہر مسلمان کے دل میں کروٹیں لے رہے ہیں۔ ہر مسلمان رسول اللہ ؐ کا سپاہی ہے۔ یہ ایسا اعزاز ہے جو تاریخ میں کوئی بھی سپہ سالار (General) آج تک حاصل نہیں کر سکا۔

(جاری ہے)

مولانا شاہ احمد نورانی ایک باکمال قائد

سردار احمد قادری

پہلی قسط

پاکستان کے سیاسی مزاج کے مخصوص پس منظر کی وجہ سے وطن عزیز میں جن مقتدر سیاستدانوں نے اصولوں کی یا بالفاظ دیگر اپوزیشن کی سیاست کی ہے ان کی تعداد بہت کم رہی ہے۔ آجکل تو ایسے لیڈر ناپید ہوتے جا رہے ہیں جو ہر حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف سینہ سپر ہو جائیں اور اصولوں کی خاطر سیاسی سودا بازی کو ترک کر دیں لیکن جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی ان سیاسی قائدین میں سے ایک ہیں جو ہمیشہ اصولوں اور نظریات کو اولیت دیتے ہیں اور کسی قیمت پر بھی اپنے ضمیر کا سودا نہیں کرتے۔

ایک عالم دین مبلغ اسلام اور شیخ طریقت ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا نورانی نے جس طرح ایک صاحب عزیمت سیاسی رہنما کا کردار ادا کیا ہے وہ ہمارے ملکی سیاسی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ مولانا نورانی کو اپنی با اصول سیاست کی بہت قیمت چکانی پڑی ہے۔ غیروں سے کیا گلہ انہوں نے تو دغا دینا ہی تھا اپنے بھی رقیب بن گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اس کے لئے مولانا نورانی کی سیاسی فکر اور مزاج کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ لہٰذا آج سے مولانا نورانی کی تبلیغی اور سیاسی زندگی کے ارتقائی سفر کی سلسلہ وار تاریخ آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے "احوال" کے ہر شمارے میں مولانا نورانی کے حوالے سے ملکی سیاسی تاریخ کا ایک نیا پہلو مطالعے کے لئے دستیاب ہو گا۔

جہاں تک واقعات و حقائق کے تسلسل اور صداقت کے معیار کا تعلق ہے اس سلسلے میں حتی الامکان کوشش کی گئی ہے کہ تمام حقائق مبالغہ آرائی اور تشکیک وابہام سے پاک ہوں تاہم ملک کی تقریباً بیس سالہ سیاسی تاریخ کے مدو جزر کی ایک داستان ہے اس میں کسی قسم کا آپ سقم پائیں تو آگاہ فرمائیں تاکہ ریکارڈ کو درست کر لیا جائے۔

"مولانا نورانی کی آنکھوں سے ذہانت اور اگر ان کے مداحین برا نہ مانیں تو تھوڑی سی شرارت ٹپکتی ہے۔ جس جماعت کے سربراہ ہیں وہ دینی جماعت تسلیم کی جاتی ہے۔ اور مولانا سے عوام کے ایک بڑے طبقے کی عقیدت کا سبب بھی ان کا عالم دین ہونا ہے جس کی وجہ سے آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ لیکن طبیعت کے اعتبار سے مولانا "زاہد خشک" ہرگز نہیں ہیں، وہ زندہ دل ہیں۔ دراز قد خوبصورت اور وجیہ ہیں۔ دلچسپ اور اثرانگیز باتیں کرتے ہیں سیاسی فکر میں پختگی اور زبان و بیان میں ڈپلومیسی ہے۔ ایک بات کو کس طرح سے کہنا ہے اس کا فن وہ بخوبی جانتے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی سے آپ جتنی دیر چاہیں بات کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے پاس وقت زیادہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ان کی باتیں سن کر تھکیں گے نہیں بولنے والے مسلسل بولنے اور موضوع سے

مطابق اور دلچسپ دل آویز انداز میں بولنے کا ملکہ انہیں خدا نے خوب دیا ہے۔ یہاں تک کہ جسمانی طور پر وہ ضرور تھک جاتے ہیں اور کرسی پر پہلو بدلتے ہیں، مگر ان کا ذہن کسی طور پر نہیں تھکتا۔"

مولانا نورانی کی شخصیت اور مزاج کے متعلق یہ تبصرہ "نوائے وقت میگزین" کے سلسلے "قوم کے روبرو" (فیس دی نیشن) کے لئے مولانا نورانی کے انٹرویو سے قبل تعارفی طور پر تحریر کیا گیا تھا، اس مختصر مگر جامع تبصرہ سے مولانا نورانی کی شخصیت کی اہم جھلک سامنے آجاتی ہے۔ اور ان کی خداداد صلاحیتوں سے مختصراً آگاہی ہو جاتی ہے۔

مولانا نورانی کے متعلق کتاب لکھنے والے ایک مصنف جناب غلام سرور نورانی مولانا کے حلیہ اور تعارف کے ضمن میں یوں خاکہ کھینچتے ہیں

"سرخ و سفید رنگ، کشادہ پیشانی مبارک ...

تے تھے، ریڈ ختم ہوا اور مولانا شاہ احمد نورانی کے فلیٹ میں داخل ہوں تو ایک چھوٹا سا آراستہ کمرہ آتا ہے جس میں ایک صوفہ تھا اور ایک طرف چند کرسیاں۔ ایک آرام کرسی پر تکیے سے ٹیک لگائے مولانا شاہ احمد نورانی بیٹھے تھے، اس راستے کو لکڑی کی ایک پارٹیشن سے کمرے کی شکل دی گئی تھی، جس کے دوسری طرف سے بچوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ سیڑھیوں میں ایک باریش رضاکار نما نوجوان کھڑا تھا، جو مولانا کی آواز سنتے ہی لپک کر آتا اور آن واحد میں مطلوبہ کام انجام دے کر اسی پھرتی سے غائب ہو جاتا......"

یہ ایک صحافی کے غیر جانب دارانہ تاثرات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ نام نہاد "معیار زندگی" اور "آرام دہ رہائش" کا تصور مولانا نورانی کے ہاں نہیں ہے، اور وہ اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فقرو استغناء کی زندگی بسر کر رہے ہیں ساتھ ہی ساتھ ان کی فراست اور قائدانہ صلاحیتوں کے بھی سبھی معترف ہیں، اور ملک کے نامور راہنما اور دانشور اسی رہائش گاہ میں ان کے پاس آکر تبادلہ خیالات کرتے ہیں سیاستدان مولانا کے مشورے کو اہمیت دیتے ہیں اور ان کی رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جبکہ سیاسی تجزیہ نگار مولانا کے تبصروں کو عکاس حقیقت سمجھتے ہیں

"جمعیت علمائے پاکستان" جس کے مولانا شاہ احمد نورانی صدر ہیں قیام پاکستان کے حامی علمائے کرام اور مشائخ عظام کی وہ تنظیم ہے جو قیام پاکستان سے قبل "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے نام سے کام کر رہی تھی اور جس کے اہتمام ۱۹۴۶ء علماء و مشائخ کی برصغیر پاک و ہند سطح پر ایک عظیم الشان "کانفرنس" بنارس میں منعقد ہوئی تھی، جس میں لاکھوں افراد کے اجتماع میں مذہبی قائدین نے حصول پاکستان کی جدوجہد میں ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے عوام سے عہد لیا تھا، اسی "آل انڈیا سنی کانفرنس" کو ۱۹۴۸ء میں "جمعیت علماء پاکستان" کا نام دے دیا گیا۔

علمائے اہلسنت کے قائد حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ نے "ملتان" میں پاکستان بھر کے علماء اور مشائخ کا نمائندہ "کنونشن" منعقد کیا۔ "جامعہ انوارالعلوم" میں ہونے والے اس اجتماع میں نئی پارٹی وجود میں آئی جس کے صدر مولانا سید ابوالحسنات اور ناظم اعلیٰ علامہ سید احمد سعید کاظمی منتخب کئے گئے لیکن ۱۹۷۰ء تک جمعیت علمائے پاکستان کوئی سیاسی جماعت نہ تھی، کیونکہ معروف معنوں میں اس کے سیاسی مقاصد اور سیاسی سرگرمیاں نہیں تھیں۔ اس کی تمام تر سرگرمیاں رفاہی اور تبلیغی تھیں تاہم ابتدائی قیادت کی وجہ اور افرادی قوت کے اعتبار سے "جمعیت" ملک کی نامور جماعتوں میں شامل تھی، بعد میں کچھ اندرونی خلفشار اور قیادت کی بعض کمزوریوں کی وجہ سے جمعیت علمائے پاکستان اپنا مقام کھو بیٹھی۔ اور کسی پر اثر، بے داغ اور نڈر قیادت کی عدم موجودگی نے اسے "کاغذی جماعت" اور مراعات یافتہ لوگوں کی ایسوسی ایشن بنا کر رکھ دیا، نامناسب ہو گا اگر جمعیت علمائے پاکستان کی اولین عرصہ کی قیادت میں سے مولانا عبدالحامد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمات کا اعتراف اور تذکرہ نہ کیا جائے۔ مولانا بدایونی نے جمعیت کو ملکی سطح پر متعارف کرانے اور اس کی تبلیغی سرگرمیاں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر منظم کرنے میں اہم اور قابل تعریف کردار ادا کیا، ان کے بین الاقوامی دوروں میں مولانا نورانی بھی ان کے ہمراہ جاتے تھے لیکن بعد کے حالات میں جمعیت انتشار اور مفاد پرستی کا شکار رہی یہاں تک کہ حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی مخلصانہ قیادت میں جمعیت علمائے پاکستان نے ملک کی سیاسی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لینے کا فیصلہ کیا، جو ایک یادگار اور مناسب فیصلہ تھا،

نام نہاد "معیار زندگی"
اور "آرام دہ رہائش"
کا تصور مولانا نورانی
کے ہاں نہیں ہے

۱۹۴۸ء میں پاکستان منتقل ہونے کے بعد ۱۹۷۰ء تک مولانا شاہ احمد نورانی کی زیادہ تر سرگرمیاں بیرونی ممالک تک محدود رہیں، جہاں وہ تبلیغی دوروں پر جاتے رہتے تھے، اس دوران انہوں نے تمام براعظموں کے اہم ممالک کے تبلیغی دورے کئے۔ ان کے والد ذی وقار انہیں اپنے ہمراہ لے جاتے چونکہ مولانا عبدالعلیم صدیقی بھی ایک عالمی مبلغ تھے اور وہ مولانا نورانی کی تربیت بھی اسی نہج پر کر رہے تھے کہ وہ آگے چل کر اسلامی تبلیغی کام کے لئے طریقہ کار سے واقفیت حاصل کر سکیں اور ان اداروں کے امور کو بخوبی نبھا سکیں جو ان کی زیر نگرانی مختلف ممالک میں چل رہے تھے، ان مذہبی اداروں میں مندرجہ ذیل ادارے قابل ذکر ہیں۔ یہ ادارے اب مولانا نورانی کی سرپرستی میں کام کر رہے ہیں

ماریشس۔ حلقہ قادریہ ... اشاعت اسلام۔

علیمیہ اسلامک مشن

علیمیہ دارالعلوم

قادریہ اسلامک ورکرز گلڈ۔

سری لنکا۔ حلقہ قادریہ علیمیہ، اشاعت اسلام۔ سیلون،

گیانا۔ ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن

امریکہ۔ مسلم ایجوکیشن ٹرسٹ۔ جارج ٹاؤن

ساؤتھ امریکہ۔ اسلامک مشنریز گلڈ

ملائیشیا۔ آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی۔

برطانیہ۔ حنفی مسلم سرکل۔ (بریڈفن)

مولانا نورانی اپنے والد محترم مولانا عبدالعلیم صدیقی کے ہمراہ افریقہ، امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا کے براعظموں کے کافی ممالک کے دورے مختلف اوقات میں کرتے رہے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی اپنی مذہبی خدمات کے پیش نظر دیگر ممالک کے مسلمانوں کی نظر میں کس قدر اہم شخصیت تھے اس کا اندازہ ان تاثرات کے مطالعہ سے ہوتا ہے جو پیر علی محمد راشدی نے اپنے اس دور کی یادداشتوں کے متعلق تحریر کئے ہیں جب وہ فلپائن میں حکومت پاکستان کے سفیر تھے، ان کی روایت کے مطابق فلپائن کے مسلمان پاکستان کو اس حوالے سے جانتے تھے کہ یہ مولانا عبدالعلیم صدیقی کا وطن ہے راشدی صاحب کے نزدیک مولانا صدیقی واقعی ایک مثالی مبلغ اسلام تھے کہ جن کی مساعی سے فلپائن میں اسلامی سرگرمیوں کو عروج حاصل ہوا۔ اور وہاں کے مسلمان پاکستان کے نام سے آشنا ہوئے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اپنی زندگی میں جن ممالک میں تبلیغی دورے کئے وہاں نہایت ہی شاندار نتائج مرتب ہوئے مسلمانوں کی ذہنی تربیت کے علاوہ انہوں نے بے شمار غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا اپنے والد محترم کے ہمراہ تبلیغی دوروں کے دوران ہی مولانا نورانی نے اس ضرورت کو محسوس کر لیا تھا کہ بیرونی ممالک میں اور خاص طور پر افریقہ، یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے لئے عربی اور فارسی کے علاوہ بھی دیگر زبانوں پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے انہوں نے مختلف زبانیں سیکھیں جس کے نتیجہ میں وہ انگریزی کے علاوہ فرانسیسی، جرمن، اور سواحلی زبانیں روانی کے ساتھ بول لیتے ہیں، اپنے عظیم والد محترم کی وفات کے بعد (جنہوں نے مدینۃ الرسول میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں) مولانا نورانی نے اس مشن کو جاری رکھا جس کے لئے مولانا عبدالعلیم

جیسا چمکتا نورانی چہرہ، بھٹے سرخ لب ہائے مبارک، عینک کے چمکدار شیشوں میں سے جھانکتی بھولی بھولی سرمئی آنکھیں سر پر نسواری رنگ کا عمامہ، گلے میں اسی رنگ کا پٹکا، دیدہ زیب لباس جو زیب تن گفتگو میں مٹھاس اور شائستگی، میدان خطابت کے شہسوار، قرآن مقدس کی تلاوت اور نعت سرور کون و مکاں دل آویز انداز میں پڑھنے والے، اسلاف کرام کی علمی یادگار، قدیم و جدید علوم کے ماہر، ایک جرات مند و بیباک لیڈر، حق گو علامہ وقت، صاحب بصیرت، شیخ طریقت، درویش سیاستدان، یہ ہیں مبلغ اسلام، قائد اہلسنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی "مدظلہ العالی"

مولانا ۱۹۲۸ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک عظیم علمی اور روحانی خاندان سے ہے۔ ان کے جد امجد حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی اور والد محترم حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی، دونوں کا شمار برصغیر کے عظیم علماء و مشائخ میں ہوتا ہے، درحقیقت مولانا نورانی اس خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں، جس کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ ان کے والد محترم حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی کی شخصیت اس لحاظ سے قابل ذکر ہے کہ وہ علوم اسلامیہ کے علاوہ جدید تعلیم یافتہ تھے، وہ صحیح معنوں میں ایک عالمی مبلغ تھے۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دی۔ ان کی زندگی مبلغانہ جدوجہد سے عبارت تھی، اور وہ شب و روز اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہتے تھے، مولانا شاہ احمد نورانی نے اپنی مبلغانہ سرگرمیوں سے وابستگی کا سبق اپنے والد محترم سے سیکھا، اور مولانا نورانی کے بقول ان کے عظیم والد گرامی (رحمتہ اللہ علیہ) کی شخصیت کے اس پہلو سے مولانا نورانی بہت زیادہ متاثر ہوئے، اور اگر غیر جانب داری سے تجزیہ کیا جائے تو مولانا نورانی کی اپنی زندگی میں ان کے والد محترم کی شخصیت کے اس نمایاں پہلو کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کو اپنے اس فرزند سعید سے بہت پیار تھا۔ اور انہوں نے اپنی خصوصی نگرانی میں ان کی تربیت کی۔ نورانی میاں جب دس سال کے تھے تو شاہ عبدالعلیم صدیقی انہیں اپنے ہمراہ مدینہ منورہ لے گئے۔ وہاں ایک سال قیام کے دوران مولانا نورانی نے تجوید و قرآت کی تعلیم حاصل کی۔ اس علم سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے لہجے میں عربی لہجے کی مٹھاس اور نرمی کس قدر وافر مقدار میں موجود ہے اور قرآت میں مخصوص عربی انداز ان کی شخصیت کی پہچان بن گیا ہے۔ حسن اتفاق کہ تعلیم اور گھریلو علمی ماحول کے علاوہ ان کی اہلیہ محترمہ کا تعلق مدینہ منورہ سے ہے، مولانا نورانی عربی اہل زبان کی طرح روانی اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ بولتے ہیں اور ان کے گھر میں عربی بولی جاتی ہے۔

مدینہ منورہ جانے سے قبل اپنے آبائی شہر میرٹھ میں وہ ابتدائی مذہبی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور دس سال کی عمر تک پہنچنے سے قبل وہ قرآن مجید حفظ کر چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں تجوید و قرآت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد نورانی میاں جب میرٹھ واپس پہنچے تو انہوں نے انگریزی، عربی اور فارسی میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا، دینی

سترہ اٹھارہ سال کے نوجوان نورانی میاں نے پاکستان موومنٹ میں شرکت کی اور جدوجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔

تعلیم مولانا غلام جیلانی میرٹھی سے حاصل کی اور درس نظامی میں سند حاصل کی۔ حصول سند کی تقریب میں عظیم المرتبت علماء کرام مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی بھی موجود تھے، درس نظامی کے ساتھ ساتھ مولانا نورانی نے الہ آباد یونیورسٹی سے گریجویشن بھی کی۔

انہی دنوں تحریک پاکستان عروج پر تھی، اور حصول آزادی کا جذبہ ہر مسلمان کی دل کی دھڑکن بن چکا تھا۔ "لے کے رہیں گے پاکستان۔ بٹ کے رہے گا ہندوستان" کی صدائیں برصغیر کے طول و عرض میں گونج رہی تھیں۔ نوجوان بوڑھے بچے مرد و زن ہر کوئی تحریک پاکستان میں حتی المقدور حصہ لے رہا تھا۔ خاص طور پر نوجوانوں نے ولولہ انگیز کردار ادا کیا، اور نظریہ پاکستان کو عوام تک پہنچایا، مرکزی سطح پر "آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن" نوجوانوں کی سرگرمیوں کو منظم کئے ہوئے تھی، اور فیڈریشن کے قابل قدر راہنما مولانا عبدالستار خان نیازی، جناب حمید نظامی، اور عبدالسلام خورشید، اپنے دیگر ساتھیوں سمیت وہ قومی نظریہ کی اشاعت و تشہیر میں سرگرم عمل تھے، جبکہ نوجوانوں کی علاقائی تنظیمیں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے ساتھ الحاق کر کے اپنی اپنی سطح پر خدمات سرانجام دے رہی تھیں، میرٹھ میں "پاکستان یوتھ موومنٹ" نوجوانوں کی ایک فعال تنظیم تھی، جو پاکستان کے پیغام کو شہر شہر اور قریہ قریہ پہنچا رہی تھی سترہ، اٹھارہ سال کے نوجوان نورانی میاں نے اس موومنٹ میں شمولیت اختیار کی اور اس کے پلیٹ فارم سے حصول آزادی کی جدوجہد میں عملی طور پر حصہ لیا۔ اور دن رات ایک کر کے اپنے نوجوان ساتھیوں کے ہمراہ مختلف علاقہ جات کے دورے کر کے مسلم لیگ کے شانہ بشانہ کام کیا، مولانا نورانی تحریک پاکستان میں اپنی سرگرم اور عملی جدوجہد کو اپنے لئے قابل فخر سمجھتے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کا خاندان پاکستان آ کر کراچی میں رہائش پذیر ہو گیا۔ مولانا نورانی کی عمر اس وقت بیس برس تھی مولانا نورانی کے تین بھائی اور تین بہنیں ہیں، مولانا نورانی بھائیوں میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ بڑے بھائی شاہ محمد جیلانی انگلستان میں قیام پذیر ہیں۔ جبکہ وہ چھوٹے بھائی انجینئر ہیں اور حجاز مقدس میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

کراچی میں جو فلیٹ الاٹ ہوا تھا اس میں آج بھی مولانا شاہ احمد نورانی اپنی والدہ محترمہ اور بیوی بچوں سمیت رہتے ہیں۔ مختصر سا فلیٹ صدر کے علاقے میں ایک سادہ سی رہائش گاہ ہے، جن لوگوں نے مولانا نورانی کی عالمی تبلیغی خدمات سے آگہی حاصل کی ہے یا جو ان کی قومی سیاسی اور مذہبی جدوجہد سے آشنا ہیں اگر انہوں نے مولانا کی رہائش گاہ نہیں دیکھی تو اسے دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے حیران ضرور ہو جاتے ہیں، لیکن یہ حیرانی چند لمحات میں عقیدت میں بدل جاتی ہے۔ کیونکہ مولانا نورانی کی رہائش گاہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ مولانا نورانی پاکستان کے دوسرے سیاستدانوں سے منفرد اور ممتاز ہیں، اور ان کا دامن ہر لحاظ سے ہر قسم کے دھبوں سے محفوظ ہے، وہ کسی بھی دور حکومت کے مراعات یافتہ لوگوں میں شامل نہیں رہے۔ اور نہ ہی یہ ان کی زندگی کا کبھی مقصد رہا ہے۔ وہ ان علماء اور سیاستدانوں کی صف میں شامل نہیں ہیں جو اقتدار کی چوکھٹ کو بوسہ دینا اپنی زندگی کا مشن سمجھتے ہیں اور حکومتی مراعات کے حصول کے لئے کلمہ لیسی ان کا معمول اور وطیرہ رہتا ہے۔ مولانا نورانی فی الحقیقت ایک درویش منش قائد ہیں اور حضرت علامہ اقبال کے تصور "خودی" کا حسین نمونہ اور جیتی جاگتی مثال۔

جب "نوائے وقت میگزین" کے لئے انٹرویو کرنے صحافیوں کا پینل مولانا نورانی کی رہائش گاہ پر آیا تو مولانا نورانی کی رہائش گاہ کی سادگی دیکھ کر، میگزین میں مولانا نورانی کی گفتگو کے مندرجات سے قبل تعارفی سطور میں یوں لکھا

"نام جتنا بڑا تھا مکان اتنا ہی چھوٹا نکلا۔ صدر کے علاقے میں ایک پرانی سی عمارت تھی، سیڑھیوں کے سامنے پھل کی دوکان تھی، اور سیڑھیوں میں پھل کے

صدیقی ساری زندگی جدوجہد کرتے رہے تھے۔

۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے عشروں میں مولانا نورانی نے جن بیرونی ممالک کے تبلیغی دورے کئے ہیں ان کا مختصر سا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے دنیا کے ہر کونے میں جاکر اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا ہے۔ جامعۃ الازہر کی دعوت پر ۱۹۵۵ء میں جب مصر کے دورے پر گئے تو وہاں زبردست پذیرائی ہوئی عوام اور علماء کے اجتماعات میں اظہار خیال کیا، اور مصر کے تعلیمی اداروں کا جائزہ لیا۔

۱۹۵۸ء میں آپ اس وفد کے ہمراہ روس گئے جس کی قیادت جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولانا عبدالحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے، کراچی کے ایک استقبالیہ تقریب میں روس کے سفیر متعینہ پاکستان نے مولانا بدایونی سے درخواست کی کہ وہ روس کے دورے کی دعوت قبول کریں۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے برادر بزرگ شاہ محمد جیلانی صدیقی نے (جو اس وقت جمعیت علمائے پاکستان کے سیکریٹری اطلاعات تھے) مولانا بدایونی کی طرف سے ان کے ترجمان کی حیثیت سے جواب دیا کہ جمعیت کی مجلس عاملہ کے مشورہ کے بغیر یہ دعوت قبول نہیں کی جا سکتی۔ جمعیت علماء پاکستان کی مجلس عاملہ نے روس کے دورے کے حق میں فیصلہ دیا تو روسی سفارتخانے کو اس سے آگاہ کر دیا گیا، پروٹوکول کے اعتبار سے یہ دورہ مفتی اعظم روس مفتی ضیاء الدین بابا خانوف کی دعوت پر ترتیب دیا گیا تھا۔ اس دورہ میں ازبکستان تاشقند، سمرقند اور بخارا کی مسلم ریاستوں کے مسلمانوں کے اجتماعات سے خطاب کا موقع ملا، اخراجات کے لحاظ سے ایک سرکاری دورہ ہونے کے باوجود جمعیت علمائے پاکستان کے وفد نے روسیوں کے ترتیب شدہ پروگرام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کمیونسٹ انقلاب کے بانی لینن کی قبر پر پھول چڑھانے سے واضح طور پر انکار کر کے دینی حمیت اور جرات کا ثبوت فراہم کیا مولانا نورانی نے ۱۹۵۹ء میں مشرق وسطیٰ کا ایک تفصیلی دورہ کیا، مولانا نورانی ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۴ء تک ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن کے سیکریٹری جنرل بھی رہے۔ مفتی اعظم فلسطین آرگنائزیشن کے صدر تھے۔ اس دوران مولانا نورانی نے دنیا بھر کے علماء سے رابطہ قائم رکھا۔ اور مختلف اجلاسوں میں تبلیغی سرگرمیوں کو وسیع پیمانے پر منظم کرنے کے لئے ہمہ گیر نوعیت کے فیصلے ہوئے اور انہیں بروئے کار لایا گیا، ۱۹۶۰ء میں مولانا نورانی نے مشرقی افریقہ، مڈغاسکر اور ماریشس کا دورہ کیا، جبکہ ۱۹۶۱ء میں وہ سری لنکا اور شمال مغربی افریقہ گئے۔ ۱۹۶۲ء میں انہوں نے افریقی ممالک کا دورہ کیا جن میں صومالیہ، کینیا ٹانگانیکا، یوگنڈا نائیجیریا اور ماریشس شامل تھے۔ نائیجیریا کا دورہ چار ماہ پر مشتمل تھا جو انہوں نے وزیر اعظم احمد دیبلو کی دعوت پر کیا۔ اس عرصہ میں انہوں نے نائیجیریا کے طول و عرض میں اسلام کے پیغام سے عوام کو روشناس کرایا۔ ۱۹۶۵ء میں کینیا یوگنڈا صومالیہ اور ماریشس کے دورے پر پھر گئے اس کے علاوہ انہوں نے تنزانیا سینیگال کیمرون، سوڈان، مالی، مڈغاسکر، کانگو، چاڈ، اور آئیوری کوسٹ کا دورہ کیا۔ براعظم افریقہ کا یہ تفصیلی دورہ جو گیارہ ماہ پر مشتمل تھا بہت حوصلہ افزاء رہا۔ واپسی پر کراچی میں ایک استقبالیہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے مولانا نورانی نے ان خیالات کا اظہار کیا تھا "افریقہ میں وہاں کی زبان جاننے والے مبلغین روانہ کرنے چاہئیں تاکہ وہاں بہتر طریقے پر اسلامی تبلیغ کی جا سکے۔ افریقی مسلمان مذہب سے بہت وابستگی رکھتے ہیں مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ افریقہ میں اسلامی نظریئے کا بھرپور تعارف کرایا جائے۔ اس طرح وہاں اسلام بہت تیزی سے پھیل سکتا ہے اسلام کا تصور مساوات افریقی عوام کے لئے بہت زیادہ پرکشش ہے۔ اگر افریقہ میں اسلام کا پیغام پہنچایا جائے تو اس کے بہت اچھے نتائج سامنے آسکتے ہیں۔"

۶۸ - ۱۹۶۷ء میں مولانا نورانی نے برطانیہ، امریکہ اور جنوبی امریکہ کا دورہ کیا

پاکستان آنے کے بعد سے لے کر ساٹھ کے عشرے کے اواخر تک مولانا نورانی اگرچہ عالمی دوروں میں زیادہ تر مصروف رہے لیکن اس دوران بھی وہ پاکستان کی صورتحال سے بے خبر نہیں رہے۔ اور ملکی سیاست سے پوری طرح باخبر رہے۔ وہ جدید و قدیم علوم سے آشنا ہیں۔ وہ ملک سے باہر رہ کر بھی پاکستان کی سیاسیات سے آگاہ تھے۔ انہیں اس بات سے شدید دکھ پہنچا کہ پاکستان میں اقتدار کی رسہ کشی نے سیاسی نظام کو ناکام بنا دیا۔ اور قوم پر مارشل لاء مسلط ہوا۔ عوام کو تحریر و تقریر کی آزادی سے محروم کر دیا گیا۔ براہ راست بالغ رائے شماری کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور وہ ملک جو خالصتاً اسلامی جذبے کے تحت حاصل کیا گیا تھا وہاں مذہب کو پس پشت ڈال کر اسے ثانوی حیثیت دے دی گئی مولانا نورانی اس صورتحال سے بھی بہت افسردہ تھے کہ ملک کی سیاست پر جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا مخصوص طبقہ چھایا ہوا تھا اور وہ لوگ اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کر کے ملکی معیشت کو کھوکھلا کر رہے تھے۔ مولانا نورانی کی ہمیشہ یہ دلی خواہش رہی کہ ملک میں جذبہ اسلامی سے سرشار قومی قیادت آئے۔ جو ملک کو درپیش اندرونی و بیرونی خطرات کے متعلق صحیح ادراک رکھنے کے ساتھ ساتھ نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرے۔

> **مولانا عبدالعلیم صدیقی ایک عالمی مبلغ تھے اور انہوں نے نورانی میاں کی تربیت اسی نہج پر کی تھی ۔**

جب ۱۹۷۰ء کے الیکشن کا مژدہ سنایا گیا تو علمائے اہلسنت یہ ضرورت محسوس کرنے لگے کہ اب انہیں ملکی سیاست میں عملی طور پر حصہ لینا چاہئے۔ اور انتخابات میں اپنے امیدوار کھڑے کر کے خاموشی کی پالیسی کا خاتمہ کرنا چاہئے۔ مسجدوں مدرسوں اور خانقاہوں تک ہی محدود رہ کر تبلیغ کے جدید تقاضے پورے نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے جمعیت علمائے پاکستان کے قائدین نے ایک ملک گیر سطح کی کانفرنس کا فیصلہ کیا۔ تاکہ یہ تاریخی فیصلہ عوام کے سامنے رکھا جائے۔ اور ان کی تائید حاصل کی جائے۔ علمائے اہلسنت نے مولانا نورانی کی خداداد صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس لئے مولانا سے گذارش کی گئی کہ وہ اب پاکستان کو زیادہ سے زیادہ وقت دیں۔ کیونکہ قوم کو ان کی علمی اور فکری صلاحیتوں کی بے حد ضرورت ہے۔ علمائے اہلسنت محسوس کر رہے تھے کہ ان کی شخصیت "جمعیت علمائے پاکستان" میں ایک نئی روح پھونک سکتی ہے۔ مولانا نورانی کو اتفاق سے رفقاء اور معاونین کی بہترین ٹیم میسر آگئی تھی، علماء کرام کے علاوہ جدید علوم کے پڑھے لکھے افراد ان کے قریب آگئے تھے اس وجہ سے انہوں نے اپنے عالمی دوروں کو مختصر کر کے پاکستان میں قیام کا فیصلہ کر لیا۔ جہاں تک الیکشن میں حصہ لینے کا تعلق ہے اس سلسلے میں وہ مالی دشواریاں محسوس کر رہے تھے کیونکہ پاکستان کی سیاسیات میں دولت کے بل بوتے پر ہی لوگ آتے جاتے رہے ہیں، اور مولانا نورانی جیسی درویش منش شخصیت "بینک بیلنس" کے تصور سے ہی ناآشنا تھی مگر بہتر اور پرخلوص معاونین اور جذبوں کی صداقت تھی کہ مولانا نورانی نے نامساعد حالات کے باوجود اپنے آپ کو قوم کی خدمت کے لئے پیش کر دیا۔

مولانا شاہ احمد نورانی جمعیت علمائے پاکستان کے سیاسی پلیٹ فارم پر سب سے پہلے موچی دروازہ لاہور کے جلسہ عام پر نمودار ہوئے۔ جون ۱۹۷۰ء میں منعقد ہونے والے اس جلسہ عام میں مولانا نورانی کی تقریر نے

مشہور سوشلسٹ لیڈر بھاشانی نے ایک ریلی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقد کی اور پاکستان کو لینن گراڈ بنانے کے دعوے کیے۔ جمعیت علمائے پاکستان نے اسی مقام پر کانفرنس منعقد کرکے دنیا کو بتادیا کہ پاکستانی عوام کسی لادینی نظام کو قبول نہیں کریں گے۔

ہی ثابت کردیا کہ مولانا سیاسی فہم و بصیرت کے ساتھ ساتھ سیاسی جلسوں سے خطاب کا انداز بھی خوب جانتے ہیں مولانا نے اپنے پراثر خطاب سے عوام کے دل موہ لئے۔ اور اس طرح مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی پاکستان کے ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے عوامی سطح پر متعارف ہوئے اور آتے ہی عوامی مقبولیت حاصل کرلی۔ اور مقبولیت بھی ایسی جو بہت کم سیاستدانوں کے حصہ میں آتی ہے۔

۲۳-۲۴ جون ۱۹۷۰ء کو ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہونے والی "پاکستان سنی کانفرنس" میں بھی ان کی صلاحیتیں اور نکھر کر سامنے آئیں اور علماء اور اہلسنت ان کی قابلیت اور علم کے معترف ہوئے۔ حضرت علامہ ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی رحمتہ اللہ علیہ ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جن کے علم اور فضیلت کا ہر کوئی اعتراف کرتا ہے۔ ان کے جلیل القدر صاحب زادے مولانا مفتی محمد فضل الرحمن مدنی (جو کہ مولانا نورانی کے سسر ہیں) اس کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر پاکستان آئے۔ ان کے عربی خطاب کا مولانا نے فی البدیہہ اردو ترجمہ کیا اور اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا۔

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہونے والی اس کانفرنس کا پس منظر یہ ہے کہ کچھ عرصہ قبل یہاں مشہور سوشلسٹ لیڈر عبدالحمید بھاشانی نے ایک "ریلی" منعقد کرائی تھی۔ اور پاکستان کو لینن گراڈ بنانے کے دعوے کئے تھے۔ لہذا اس کے ردعمل کے طور پر جمعیت علماء پاکستان نے اپنی کانفرنس ٹوبہ ٹیک سنگھ ہی میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ عالمی پریس اور اسلام سے برگشتہ دانشور جان لیں کہ پاکستانی عوام کسی لادینی نظام کو قبول نہیں کریں گے۔ یہ کانفرنس بہت کامیاب رہی ملک بھر سے عوام نے شرکت کی ٹوبہ ٹیک سنگھ کو "دارالسلام" کا نام دینے کا مطالبہ بھی جمعیت علمائے پاکستان نے اپنی کانفرنس میں کیا تھا۔ اور یہ فیصلہ بھی کانفرنس کے لاکھوں شرکاء تک پہنچایا کہ جمعیت علمائے پاکستان ملکی سیاسیات میں عملی حصہ لے گی۔ اس فیصلے کی بے حد پذیرائی ہوئی۔ اور اسے مستحسن اور بروقت فیصلہ قرار دیا گیا۔ اس فیصلہ کے بعد جمعیت علمائے پاکستان کے سربراہ حضرت خواجہ پیر قمرالدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی قیادت میں جمعیت کے قائدین اور کارکنان نے اپنی تنظیمی سرگرمیاں تیز تر کردیں اور اس طرح جمعیت ملکی سیاست میں فعال ہوگئی۔ جمعیت علمائے پاکستان ملکی سیاست میں نووارد ضرور تھی لیکن اس کا نام جانا پہچانا اور اس کے قائدین عوامی حلقوں میں مقبول تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی اس وقت جمعیت کراچی کے صدر تھے۔ اس کے علاوہ انہیں سندھ پارلیمانی بورڈ کا سربراہ اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کا رکن بھی منتخب کیا گیا۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے سندھ میں عوامی سطح کے رابطے قائم کرنے کے ساتھ ساتھ الیکشن کے لئے ایسے امیدواروں کو ٹکٹ جاری کئے جو جدید تعلیم یافتہ تھے اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا نورانی کی عملی جدوجہد اور پرخلوص کوشش تھی کہ سندھ کی صوبائی سطح پر جمعیت علماء پاکستان (ایک نووارد سیاسی جماعت ہونے کے باوجود) ایک اہم پارلیمانی پارٹی کی حیثیت سے ابھری سندھ سے قومی اسمبلی کے لئے جمعیت کے تین ممبر منتخب ہوئے۔ یعنی مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالمصطفی الازہری، اور مولانا محمد علی رضوی، لیکن یہ دونوں علماء بھٹو دور میں مولانا نورانی کے شانہ بشانہ رہے اور مولانا نورانی کی قیادت کے تحت کام کیا۔ مگر پنجاب میں یہ صورتحال نہ رہ سکی وہاں جمعیت کی ٹکٹ پر مولانا محمد ذاکر، نذیر سلطان، غلام حیدر بھروانہ اور محمد ابراہیم برق منتخب ہوئے تھے لیکن مولانا محمد ذاکر کے علاوہ اور کوئی بھی جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی گروپ سے وفادار نہ رہا۔ اور پیپلز پارٹی کے حاشیہ نشین بن گئے۔ جبکہ سندھ صوبائی اسمبلی میں جمعیت کی سیٹوں کا تناسب پیپلز پارٹی کے بعد دوسرے نمبر پر رہا۔ اور اسمبلی کے پورے عرصے میں جمعیت علمائے پاکستان کے قابل فخر لیڈر پروفیسر شاہ فرید الحق نے جرات و استقامت کے ساتھ بحیثیت "اپوزیشن لیڈر" اپنے فرائض ادا کئے۔ الیکشن کے نتائج اگرچہ توقع کے مطابق نہیں تھے لیکن حوصلہ شکن ہرگز نہیں تھے۔ جمعیت علمائے پاکستان نے عملی سیاست میں اسی سال قدم رکھا تھا جب انتخابات ہورہے تھے۔ دیگر پارٹیاں کئی کئی سالوں سے اپنی انتخابی مہم چلائے ہوئے تھیں اور سرمایہ کی بہتات کی بنیاد پر کئی جماعتیں اپنا زر کثیر پبلسٹی پر خرچ کررہی تھیں نچلی سطح پر تنظیمی اعتبار سے بھی جمعیت علمائے پاکستان کی صورتحال حوصلہ افزاء نہیں تھی۔ ایک تو کارکنوں کی سیاست کی امور سے متعلق ذہنی تربیت نہیں تھی دوسرے بعض جگہوں پر علاقائی سطح کے لیڈروں کا کارکنوں سے رابطہ نہیں تھا، اس کے باوجود دونوں کے تناسب کے اعتبار سے جمعیت علمائے پاکستان اہم ترین پارٹیوں کی صف میں آکھڑی ہوئی۔ اور مختصر عرصے کی انتخابی مہم میں سات نشستیں حاصل کرکے جہاں دیدہ اور تجربہ کار سیاستدانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ پیپلز پارٹی اپنے ظاہری دلکش نعروں اور مسٹر بھٹو کی طرف سے دکھائے گئے سبز باغوں کی وجہ سے مغربی پاکستان میں کامیاب پارٹی ٹھہری لیکن اکثر مقامات پر پیپلز پارٹی کا مقابلہ جمعیت علمائے پاکستان کے نوآموز امیدواروں نے کیا اور خوب کیا اور معمولی تناسب سے ہارے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے کراچی کے اندرون شہر کے حلقے سے واضح کامیابی حاصل کی۔ ان کے مقابلے میں پیپلز پارٹی کا ایک سرمایہ دار امیدوار تھا لیکن کراچی کے باشعور شہریوں نے ایک عالم باعمل اور سیاسی مدبر و مفکر کو اپنا ترجمان منتخب کیا اور اپنی ذہنی پختگی کا ثبوت فراہم کیا۔

چھ ۶ ضروری باتیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمانو! اگر چھ ۶ باتوں کا ذمہ لے لو، تو میں جنت کا ذمہ لیتا ہوں۔

۱..... جب تم بولو تو ہمیشہ سچ بولو، جھوٹ بالکل نہ بولو۔

۲..... جب تم کسی انسان سے وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔

۳..... جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں ہرگز خیانت نہ کرو۔

۴..... مومنوں کو چاہئے کہ اپنی نگاہوں کو ہمیشہ نیچی رکھیں۔

۵..... ظلم کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو۔

۶..... اپنے جذبات نفسانی کی باگ ڈھیلی نہ ہونے دو۔

(محمد حنیف اللہ والا)
بی اے، ایل ایل بی

امریکی امداد بند ہونے کی اصل وجہ

اقبال حیدر ایڈووکیٹ

انتخابی مہم کے دوران نگراں حکومت اور آئی جے آئی کے رہنماؤں نے اپنے بیانات اور اشتہارات سے عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ پیپلز پارٹی امریکہ نواز ہے اور اقتدار کے حصول کی خاطر پاکستان کے ایٹمی پروگرام اور مسئلہ کشمیر پر اپنے نقطہ نظر سے دستبردار ہونے کو تیار ہے اور یہ کہ پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت کے پروپیگنڈوں اور کاوشوں کی وجہ سے امریکہ نے پاکستان کو ملنے والی فوجی اور اقتصادی امداد بند کر دی۔ امریکی امداد کے بند ہونے پر بہت سے مقالے، اداریئے لکھے جا چکے ہیں اور اس امداد کے بند ہونے کی مختلف وجوہات بیان کی جاتی رہی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ امریکی فوجی امداد شاید پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی وجہ سے بند کی گئی ہے دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نگراں حکومت کو انتخابات کروانے پر مجبور کرنے کے لئے پیپلز پارٹی کی ایماء پر امداد بند کی گئی ہے۔ ان دو وجوہات کی حقیقت اور وزن کو جاننے کے لئے ماضی قریب کے واقعات کا تجزیہ ضروری ہے۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے پہلے دور حکومت میں فرانس کے ساتھ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ حاصل کرنے کے معاہدہ کے بعد امریکہ نے پاکستان کو ہر قسم کی امداد ۱۹۷۷ء سے ۱۹۷۹ء تک بند کر رکھی تھی کیونکہ بتول امریکی حکومت کے آئین میں مشہور زمانہ سمنگٹن ترمیم کے ذریعہ عائد پابندیوں کی بناء پر حکومت امریکہ کسی ایسے ملک کو امداد نہیں دے سکتی جو کہ ایٹمی توانائی در آمد کر کے ایٹمی ہتھیار بنانے کی صلاحیت حاصل کر رہا ہو لیکن انقلاب افغانستان کے بعد امریکہ نے پاکستان کو نہ صرف اقتصادی بلکہ بے مثال فوجی امداد دینے میں کوئی ہچکچاہٹ یا رکاوٹ محسوس نہیں کی باوجود اس حقیقت کے کہ پاکستان پر آمریت کا تسلط تھا اور پاکستان کی جانب سے پرامن معاشی مقاصد کے لئے ایٹمی توانائی کے حصول کے لئے کوششیں بھی جاری رہی تھیں اور ہالینڈ میں تو ہمارے قومی ہیرو اور مایہ ناز سائنس داں ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے خلاف ایٹمی سائنسی فارمولا اور معلومات حاصل کرنے کے جرم میں اس زمانے میں مقدمہ تک چلا تھا لیکن چونکہ امریکہ اپنے بین الاقوامی اور علاقائی مفادات کے تحفظ کے لئے پاکستان کو امداد دینا ضروری سمجھتا تھا۔ اس لئے حکومت امریکہ نے نہ تو پاکستان کی ایٹمی توانائی حاصل کرنے کی کوششوں پر کوئی اعتراض کیا اور نہ پاکستان پر مسلط آمریت اور غیر جمہوری حکومت پر کوئی اعتراض تھا گو کہ سمنگٹن ترمیم کے ذریعہ عائد پابندیاں اس وقت بھی پورے طور پر موثر تھیں لیکن ان آئینی پابندیوں سے کسی بھی ملک کو دی جانے والی امداد کو مستثنیٰ کرنے کا اختیار امریکہ کے صدر کو آئین کے مطابق حاصل ہے اور اگر امریکہ کے صدر مملکت اس ضمن میں متعلقہ سرٹیفکیٹ جاری کر دیں تو پھر ایسے ممالک کو فوجی و اقتصادی امداد بھی دی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل اور ہندوستان جیسے ممالک جو کہ کھلم کھلا ایٹم بم بنا رہے ہیں ان کو امریکہ ہر قسم کی فوجی اور اقتصادی امداد دیئے جا رہا ہے۔ جبکہ اب ایٹمی اسلحہ بنانے سے متعلق اور زیادہ سخت آئینی ترمیم امریکی

آئین میں آچکی ہے جو کہ پریسلر ترمیم کے نام سے مشہور ہے لیکن اس ترمیم کے تحت بھی صدر کو استثنیٰ کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

ان حقائق سے صاف ظاہر ہے کہ امداد دینے یا بند کرنے کا فیصلہ امریکی حکومت اپنے عالمی یا علاقائی مفادات کی بنا پر کرتی ہے اور جب کسی ملک کو امداد دینی ہوتی ہے تو امریکہ اس ملک کے ایٹمی توانائی، ہتھیاروں تک کے منصوبوں اور امداد پانے والے ملک میں نافذ آمریت کو نظرانداز کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب کسی ملک کو امداد دینا امریکہ ضروری نہیں سمجھتا تو اس قسم کے بہت سے اعتراضات کر کے اور سمنگٹن اور پریسلر ترمیموں کا سہارا لے کر انکار کر دیتا ہے اس لئے یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کو فوجی و اقتصادی امداد بند کرنے کے لئے حالیہ فیصلے کی وجہ نہ تو پاکستان کا موجودہ جوہری پروگرام ہو سکتا ہے (جو کہ صرف اور صرف پرامن مقاصد کے لئے بجلی اور توانائی کے بحران سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہے) اور نہ ہی انتخابات کے انعقاد کو یقینی بنانے کے لئے ہے۔ اگر امریکی امداد کے بند ہونے کی ان وجوہات میں کوئی حقیقت ہوتی تو گزشتہ تقریباً دس سال کے عرصہ میں امریکہ نے پاکستان کو جو فوجی اور معاشی امداد جاری رکھی ہے تو اس عرصہ کے دوران پاکستان کو امداد دینے والے تمام ممالک کو معلوم تھا کہ پاکستان جوہری توانائی حاصل کر رہا ہے۔

امداد بند ہونے کی دوسری وجہ جس کا آئی جے آئی کے رہنما بڑی شدت کے ساتھ پروپیگنڈا کرتے رہے ہیں کہ انتخابات کو یقینی بنانے کے لئے پیپلز پارٹی کے ایماء پر امریکہ نے امداد بند کر دی ہے اور یہ کہ امریکی حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے پی پی پی کی چیئرپرسن بیگم نصرت بھٹو صاحبہ امریکہ گئی تھیں۔ اس پروپیگنڈا کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ ناقابل تردید حقیقت تو صرف یہ ہے کہ پیپلز پارٹی یا اس کی چیئرپرسن یا کسی اور رہنما کا امداد بند کرنے کے امریکی فیصلے سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں۔ بیگم نصرت بھٹو صاحبہ نجی دورہ پر امریکہ گئی تھیں امریکہ میں قیام کا کوئی سیاسی مقصد نہیں تھا۔ نہ انہوں نے امریکی حکومت کے ارکان پر امداد بند کرنے کے سلسلے میں کوئی زور دیا اور نہ ہی امریکی حکومت یا اس کے اراکین کسی کے کہنے پر اپنے فیصلے کرتے ہیں۔ آئی جے آئی کے رہنماؤں کا یہ الزام و پروپیگنڈا نہ صرف بے بنیاد اور توہین آمیز ہے بلکہ مضحکہ خیز بھی ہے۔ اس ضمن میں جہاں تک پیپلز پارٹی کے کردار اور موقف کا تعلق ہے تو شاید پیپلز پارٹی کے سخت ترین مخالف بھی اس حقیقت کا اعتراف کریں گے کہ جنرل ضیاء الحق کے بدترین دور آمریت میں جب پیپلز پارٹی کی اعلیٰ ترین قیادت اور اس کے کارکن سخت ترین ظلم و تشدد کا نشانہ بنے ہوئے تھے تو اس وقت بھی پیپلز پارٹی [illegible] پر

جی ایم سید اپنے خیالات کے آئینہ میں

سید عارف علی بخاری

۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء کو سائیں جی ایم سید کی ۸۸ ویں سالگرہ منعقد ہوئی جس میں انھوں نے ۸۸ کلو کا کیک کاٹنے کے علاوہ جن گمراہ کن خیالات کا اظہار کیا ان کا تذکرہ تو ہم بعد میں کریں گے پہلے ہم سائیں صاحب کے نظریات کا تجزیہ کریں گے۔ سائیں جی ایم سید صاحب کے نظریات ان کے اپنے بیانات اور تحریروں سے صاف ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں کفر کا محافظ ہوں، جو ہندوؤں کی غلامی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جو اپنے آپ کو گاندھی کا مقلد کہتا ہو۔ جو اکبر اعظم کے "دین الٰہی" کو صحیح سمجھتا ہو جو مذہب کی اہمیت کو نہ سمجھتا ہو جو راجہ داہر کو شہید اعظم مانتا ہو۔

جس کے عقائد اسلام کے لئے ایسے ہوں خود جی ایم سید تحریر فرماتے ہیں۔

"کچھ عرصہ پہلے میرا مذہب اسلام کے عام روایتی عقائد پر یقین تھا میں نماز پڑھتا تھا رمضان کے روزے رکھتا تھا اور مذہبی امور میرے خاص مشاغل تھے لیکن کافی عرصہ مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ میں گزرا اور مختلف مذہبی کتب کے مطالعہ اور غور و فکر کے بعد رفتہ رفتہ اس خوش اعتقادی کی آہنی دیواروں میں شکن اور شگاف پڑ گئے اور تمام باتیں جاتی رہیں۔"

(جیئن ڈٹھو آہ مون ص ۱۰۹)

آیئے اب ہم سائیں کے نظریات کی طرف آتے ہیں۔ وہ شخص جس کا نظریہ و فکر یہ ہو کہ دنیا میں مسلم قوم نام کی کوئی چیز نہیں اور اس کی دلیل یہ پیش کرے کہ مسلمان ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ اگر سائیں صاحب کی اس دلیل پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس میں اسلام کا یا مسلم قوم کا کوئی قصور نہیں ہے بلکہ جی ایم سائیں اور ان ہی جیسے قوم پرست افراد کا قصور ہے جنھوں نے زبان کی بنیاد پر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے لڑا دیا جس سے ہزاروں مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں آج سائیں اور ان ہی جیسے افراد سندھ میں مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کا وہی کردار ادا کر رہے ہیں جو اس سے قبل مسلم دنیا کے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے لارنس آف عربیہ ادا کر چکا ہے۔ سندھ میں مسلمانوں کو آپس میں اس لئے لڑایا جا رہا ہے کہ سندھ میں انتہا درجے کی بدامنی پیدا کر کے سندھ کو پاکستان سے الگ کر کے سندھو دیش بنا لیا جائے جو کہ انشاء اللہ کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گا۔ سائیں کہتے ہیں

کہ پاکستان زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جس طرح عبدالغفار خان پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے اس دار فانی سے رخصت ہو گئے اسی طرح سائیں بھی اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور پاکستان انشاء اللہ قائم دائم رہے گا اور سائیں صاحب کو اپنے ذہن سے یہ بات نکال دینی چاہئے کہ مسلمان ایک قوم نہیں ہیں موجودہ حالات ان کے سامنے ہیں کہ خلیج کے مسئلہ پر تمام مسلمان ملکوں کے عوام ایک زبان ہو کر یہودی اور عیسائیوں کی مخالفت کر رہے ہیں ہاں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلم ممالک کے حکمراں ایک نہیں ہیں یا تو وہ امریکہ کے غلام ہیں یا پھر عیاش و بدکردار بادشاہوں اور شہزادوں کے حاشیہ بردار ہیں۔

سائیں صاحب راجہ داہر کو ہیرو مانتے ہیں حالانکہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے راجہ داہر ایک بدکردار اور ظالم انسان تھا جو ڈاکوؤں کی سرپرستی کرتا تھا جس طرح سے آج کل شہروں میں قوم پرست لیڈران دہشت گردوں کی سرپرستی کر رہے ہیں اور اندرون سندھ وڈیرے ڈاکوؤں کی سرپرستی کر رہے ہیں اور اطلاعات یہ بھی ہیں کہ چند ڈاکوؤں کے قبضہ سے اغوا شدہ افراد کو سائیں صاحب نے بھی اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے رہا کرایا ہے۔ کیوں کہ سائیں صاحب سندھ کے پچھلے دور کے ڈاکوؤں کے سرپرست راجہ داہر کو اپنا ہیرو تصور کرتے ہیں اور اپنے ان تصورات کو انھوں نے نئی سندھی نسل کے ذہنوں میں بھی ڈال دیا ہے۔ اور باقاعدہ طور پر اشتہاروں کے ذریعے ڈاکوؤں کے مختلف گروہ طالب علموں کو ڈاکو بننے کی دعوت دے رہے ہیں اور انھوں نے ڈاکٹروں کی تنخواہ سب سے زیادہ رکھی ہے۔ اطلاعات یہ بھی ہیں کہ ایک ڈاکو پریو جاندیو پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں اور طالب علم اسے اپنا ہیرو سمجھتے ہیں یہ ہے سائیں صاحب کی فکر کا نتیجہ!

راجہ داہر کو سندھ کا ہیرو بنانے اور ثابت کرنے کے لئے سائیں اور ان کے پیروکاروں نے ایک مفروضہ گھڑا کہ سادات کے چند قبیلے حجاج بن یوسف کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت کر کے سندھ چلے آئے اور راجہ داہر نے انھیں پناہ دی اور اسی پاداش میں حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو سندھ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور اسی مقابلہ میں "راجہ داہر" شہید ہو گیا۔ اب آپ خیال کریں کہ راجہ داہر کو ہیرو بنانے کی خاطر کس قدر تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے ان باتوں کو کس طرح بھلایا جا رہا ہے کہ کس طرح راجہ داہر کی سرپرستی میں مسلم خواتین کو پریشان کیا گیا اور عجب تماشہ ہے کہ سائیں صاحب کہاں تو مذہب پر یقین نہیں رکھتے اور دوسری جانب راجہ داہر کو شہادت کا درجہ عطا کر رہے ہیں تعجب ہے۔

آئیے اب سائیں کی پاکستان دشمنی کا کچھ تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ پاکستان سے دشمنی یا اس کے وجود کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ قارئین کو یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا چاہئے کہ جی ایم سائیں صاحب مسلم لیگ میں صرف سات سال یعنی ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۵ء تک رہے یعنی پاکستان کے قیام سے ۲ سال قبل ہی مسلم لیگ سے علیحدہ ہوگئے تھے اور پاکستان کے قیام کی مخالفت شروع کردی تھی وہ اپنی مخالفت کی مختلف وجوہ بیان کرتے ہیں لیکن اصل وجہ بھی انھوں نے خود ہی بیان فرمادی ہے سائیں صاحب لکھتے ہیں۔

"میں غلطی پر تھا مسلم لیگ والوں نے اسلام کی جو تحریک کی وہ غلط تھی بعد میں معلوم ہوا کہ مسلم لیگی جس چیز کو اسلام سمجھتے تھے وہ اسلام نہیں تو جب وہ بنیاد ہی غلط ثابت ہوئی تو میں علیحدہ ہوگیا۔"

مذکورہ بالا تحریر سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوجاتی ہے کہ سائیں صاحب کی پاکستان دشمنی کی وجوہات وہ نہیں ہیں جو کہ وہ بیان کرتے ہیں۔ یہ بات ہر پاکستانی کو معلوم ہے کہ پاکستان کے بعض زمین والوں، وڈیروں اور سرمایہ داروں نے پاکستانی عوام پر ظلم ڈھائے ہیں اور ڈھارہے ہیں ان مظلوموں میں سندھی، مہاجر، پنجابی، بلوچی پٹھان کی کوئی تخصیص نہیں ہے صرف اور صرف سائیں صاحب نے اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ان باتوں کو سندھ کے باشندوں میں اس طرح سے ابھارا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ظلم و ناانصافی ہورہی ہے اس کے ذمہ دار پنجاب کے باشندے اور ہندوستان سے آئے ہوئے افراد ہیں۔ حالانکہ ہر فرد یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اندرون سندھ رہائش پذیر افراد کا پیشہ روزگار زراعت اور کاشت کاری ہے اور زمینوں پر جن افراد کا قبضہ ہے وہ بھی سب کے علم ہے کہ سندھ سے تعلق رکھنے والے بعض وڈیروں کے پاس کتنی بڑی تعداد میں زمینیں ہیں اور وہ اپنے کاشتکاروں کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھتے ہیں اور خود جی ایم سائیں کی زمینیں کتنی ہیں کبھی انھوں نے اس بات کو ظاہر کیا۔ اگر وہ غریب سندھیوں کے اتنے ہی ہمدرد ہیں تو انھیں چاہئے کہ اپنی زمینیں ان کاشتکاروں میں تقسیم کردیں جو پشتوں سے ان زمینوں پر کام کرتے آرہے ہیں۔

جی ایم سائیں صاحب کی منطق سمجھ میں آنے سے قاصر ہے سائیں صاحب کہتے ہیں کہ پاکستان ہندو سرمایہ داروں، نوکری پیشہ اور مسلم جاگیرداروں اور کارخانہ داروں کے باہمی اقتصادی اختلافات اور اقتدار کی چھینا جھپٹی کی وجہ سے وجود میں آیا۔ حالانکہ اس سے قبل ہم نے سائیں صاحب کی وہ بات بھی تحریر کردی ہے کہ سائیں صاحب صرف اس لئے مسلم لیگ سے الگ ہوگئے تھے کہ مسلم لیگ اسلام کی خاطر پاکستان حاصل کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

آئیے اب ہم "سائیں صاحب" کی ۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء کی سالگرہ کے موقع پر جو تقریر انھوں نے کی اس پر نظر ڈالتے ہیں۔

سائیں صاحب نے اپنی تقریر میں کوئی نئی بات نہیں کی۔ لیکن انھوں نے قوم کی تشکیل کا جو نظریہ پیش کیا وہ عجیب و غریب ہے پوری دنیا میں قوموں کی تشکیل کے دو نظریے مانے جاتے ہیں ایک مغربی نظریہ ہے جو کہ جغرافیائی حدود سے تشکیل پاتا ہے اور دوسرا نظریہ مذہب کا ہے کہ ایک مذہب سے تعلق رکھنے والے ایک قوم ہیں۔ اور تاریخ نے اس بات کو ثابت کردیا ہے کہ جغرافیائی حدود کا قومی تشکیل کا نظریہ ناکام ہوگیا اور اب صرف اور صرف مذہبی بنیاد پر قومی تشکیل کا نظریہ باقی رہ گیا ہے۔ اور کیوں کہ جغرافیائی حدود پر قائم قومی تشکیل کا نظریہ کی وجہ سے فساد ہوتا رہتا تھا اسی لئے علامہ اقبال نے مسلم قوم کو جغرافیائی بنیادوں پر قوم کی تشکیل کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان کے دور میں بھی سائیں صاحب جیسے لوگ موجود تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

ان دونوں نظریات کے علاوہ سائیں صاحب نے صوبہ کے رقبہ، کم اور زیادہ آبادی اور کم اور زیادہ پیداوار معاشی ترقی، ملکی شعور اور معیار زندگی کو بھی قومی تشکیل کا حصہ بتایا ہے۔ اگر سائیں صاحب کے قومی تشکیل کے نظریہ کو مان لیا جائے تو پھر ہر شہر اور گاؤں کے رہنے والے ایک قوم کہلائیں گے اور پھر سندھ بھی کئی قومیتوں میں تقسیم ہوجائے گا۔

سائیں صاحب نے سندھ کو سندھو دیش بنا کر اقوام متحدہ کا رکن بنانے کے لئے کہا ہے اس کے علاوہ پی این پی کے رہنما اور پاکستان کے قانون ساز ادارے سینٹ کے ممبر سینیٹر اعجاز جتوئی نے سائیں صاحب کی سالگرہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں عہد کرنا چاہئے کہ ہماری زندگی اور موت سندھ دھرتی سے وابستہ ہے انھوں نے کہا کہ اگر سندھی عوام کا تشخص ختم کیا گیا تو ہم آزادی طلب کریں گے۔

مذکورہ بالا سندھ کے راہنماؤں کے بیانات پاکستان کے عوام کو لمحہ فکریہ دے رہے ہیں کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کے لئے کس کس انداز سے کوششیں کی جارہی ہیں حکومت سے باہر کے افراد کا تو ذکر ہی کیا حکومت میں رہتے ہوئے بھی لوگ پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچانے والے بیانات پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔

معلومات

پہلی اور آخری وحی کے کاتب حضرت خالد بن سعید اور ابی ابن کعب تھے۔

قرآن میں سترہ مقامات ایسے ہیں جہاں اعراب کی ذرا سی غلطی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

پہلا حج ذیقعد کے مہینہ میں ادا کیا گیا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں امام الناس کہا ہے۔

جنگ یمامہ میں حفاظ کرام کی بہت سی تعداد شہید ہوئی جو حضرت صدیق اکبرؓ کے دور میں ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ حضرت شعیب کے داماد تھے۔

وضو کرنے کا حکم ۵ھ میں نازل ہوا۔

قرآن پاک کا موضوع انسان ہے۔

جنگ بدر میں کفار کے سردار عتبہ کے صاحب زادے ابو حذیفہؓ مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہے تھے۔

مرسلہ حافظ ظفر اقبال حقانی اٹک

بیرم خان مغل بادشاہ اکبر کا سپہ سالار تھا یہ شخص رحم دل، فیاض اور سخی تھا۔

ایک دن بیرم خان گھوڑے پر سوار بڑی شان و شوکت کے ساتھ کہیں جارہا تھا کہ ایک شخص نے اسے تاک کر پتھر دے مارا۔

بیرم خان نے گھوڑے کو روک لیا۔ اور ملازم کو حکم دیا کہ اس شخص کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے دی جائے ملازم نے اشرفیوں کی ایک تھیلی اس شخص کو دے دی۔ وہ شخص چلا گیا۔ تو ملازم نے حیران ہوکر عرض کیا۔

سرکار۔ اس شخص نے آپ کے ساتھ انتہائی گستاخی کی تھی اسے قرار واقعی سزا دینے کے بجائے آپ نے اسے انعام سے نوازا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

تو بیرم خان نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھل دار درخت کو لوگ پتھر مارتے ہیں تو درخت انھیں پھل دیتا ہے نہ کہ سزا۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی احسن الی من اسا

یعنی برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے اگر تو مرد ہے تو جو تیرے ساتھ برائی کرے تو اس کے ساتھ نیکی کر۔

جناب فدا حسین فاروقی
جامعہ قادریہ حقانیہ اٹک سٹی

کراچی کی ڈائری

• "الجہاد فورس" کے کیمپ پر پولیس کی شیلنگ!

• کراچی میں ہفتہ ٹریفک اور ڈرائیوروں کی ہٹ دھرمی

ڈاکٹر حمید افسر اشرفی

صدر صدام کی حمایت پر جمعیت علماء اسلام میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک گروپ صدام حسین کے اقدام کی حمایت کر رہا ہے۔ جبکہ دوسرا گروپ صدام حسین کے خلاف ہے۔ منگل ۱۵ جنوری کو صدر میں جے یو آئی کے زیر اہتمام عراق کی حمایت میں مظاہرہ ہوا۔ جس سے جمعیت کے مقامی اور مرکزی رہنماؤں قاری شیر افضل، ڈاکٹر خالد سومرو، حاجی کرامت اللہ، عبدالرشید انصاری، اور قاری عثمان نے بھی خطاب کیا۔ مقررین نے اقوام متحدہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ وہ امریکہ کا طفیلی بن کر رہ گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب اسرائیل نے "بیت المقدس" پر قبضہ کیا اور عرب کے خلاف جارحیت کی تو اس وقت اقوام متحدہ نے اسکے خلاف پابندیاں کیوں نہ لگائیں۔؟ انہوں نے صدر صدام کو "مجاہد اعظم" کہہ کر خراج تحسین پیش کیا۔ جبکہ اسی روز جے یو آئی کے مرکزی اجلاس کی خبر پاکستان ٹیلی وژن نے نشر کی۔ جس میں مولانا فضل الرحمن، سینیٹر سمیع الحق سمیت متعدد رہنماؤں نے شرکت کی۔ ان رہنماؤں نے صدام حسین کی شدید مخالفت کی۔ اور انہیں جارح قرار دیا۔
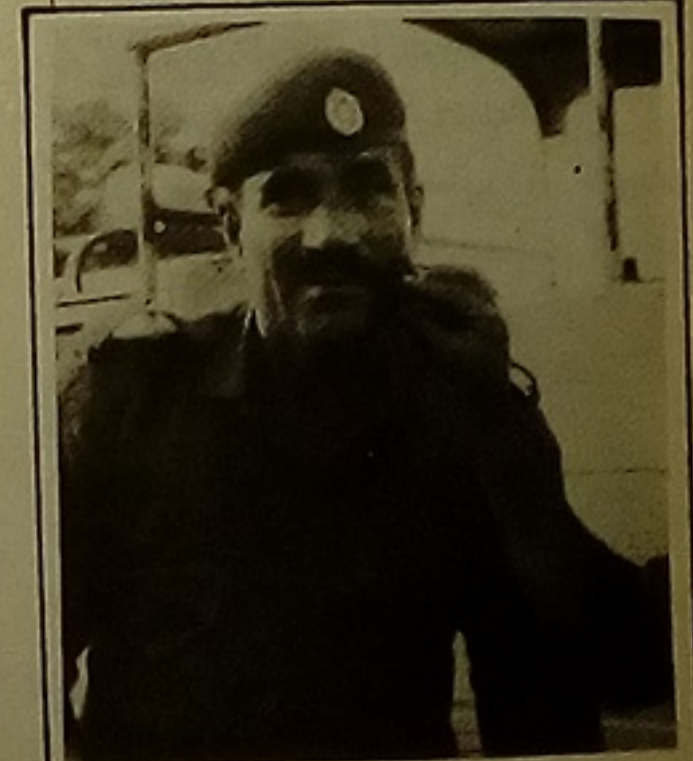
سینیٹر سمیع الحق نے اپنے ایک اخباری بیان میں اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ انکی جماعت "صدام" کے مسئلے پر "دو دھڑوں" کا شکار ہو گئی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ہماری جماعت کے کچھ لوگ جارحیت کے مرتکب صدام حسین کو "اسلام کا ہیرو" بنانا چاہتے ہیں۔

ادھر جماعت اسلامی نے بھی عراق کی حمایت میں "سیاسی چال" چلنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس کوشش میں کراچی میں ریلی اور کیمپ کا انعقاد بھی کر ڈالا۔ جماعت اسلامی نواز اخبار "جسارت" نے خلیج میں جنگ سے قبل تک صدام حسین کے خلاف عجیب وغریب کارٹون اور مضامین چھاپے۔ ۱۷ جنوری ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں زیر و زبر کے کالم نویس "ابو نثر" نے "مولانا کا اعلان جہاد" کے عنوان سے کالم ترتیب دیا۔

ابو نثر صاحب نے کالم لکھ کر جماعت اسلامی سے نمک خواری کا حق ادا کرنے کی کوشش تو کی۔ لیکن۔ کاش .... انہیں معلوم ہوتا کہ جماعت اسلامی کی ریلی ان ہی کے کالم کا جنازہ نکال دے گی تو وہ ہرگز اس عنوان سے کالم نہ لکھتے۔ اور مولانا کی شان میں گستاخی کے مرتکب نہ ہوتے۔ ریلی سے خطاب کرتے ہوئے جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے کہا کہ اب ہم سعودی عرب کی حمایت چھوڑ کر عراق کی حمایت کا اعلان کرتے ہیں۔ حیرت ہے کہ کل تک جو جماعت اور اسکے جرائد عراق اور صدام حسین کو جارح، آمر اور غاصب قرار دے رہی تھی اچانک مولانا نورانی کی "سنت" پر کیوں عمل کرنے لگی۔؟ جماعت اسلامی کے سابقہ کردار کو دیکھتے ہوئے ہم اس پر تبصرہ نہیں کرتے ان کے لئے تو ہم یہی کہیں گے۔

- بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ عوام کی آواز اور انکی رائے کو کبھی بزور قوت دبایا نہیں جا سکا۔ بڑی بڑی طاقتور حکومتیں بھی اس میں ناکام ہو گئیں۔ اور دنیا میں انقلابات رونما ہوئے۔ سروے کے مطابق نوے فیصد عوام صدام حسین کی حمایت کرتے نظر آ رہے ہیں۔ اور جذبہ شوق شہادت میں اب تک ہزاروں افراد "جہاد" کے لئے مولانا نورانی کی اپیل پر اپنے ناموں کا اندراج کروانے کے لئے ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ ۱۸ جنوری کو جے یو پی کے زیر اہتمام جہاد کانفرنس منعقد ہوئی۔ جسکے بعد عوام کی ایک بہت بڑی تعداد "اخبار جنگ" کے متعصبانہ اور امریکہ کی ترجمانی کرنے کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کے لئے جنگ دفتر روانہ ہو گئی۔ لیکن پولیس نے زبردست شیلنگ اور لاٹھی چارج کے ذریعے متعدد افراد کو شدید زخمی اور بہت سے افراد کو گرفتار کر لیا۔ حکومت نے عوام کی آواز دبانے کے لئے فوری طور پر دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ اطلاع کے مطابق جے یو پی، اے ٹی آئی اور اے این آئی کے جہاد کیمپوں کو بھی پولیس نے اکھاڑنے کی کوشش کی ہے۔ حکومت کے اس اقدام سے عوام میں شدید بے چینی پائی جا رہی ہے.........

کراچی میں ۱۳ جنوری تا ۱۸ جنوری "ہفتہ ٹریفک" منایا گیا۔ جسکا مقصد ڈرائیوروں کو ڈرائیونگ کے اصولوں پر کاربند کرانا ہے۔ علامتی طور پر تباہ شدہ گاڑیوں کو کراچی کے مختلف چوراہوں پر سجایا گیا۔ تاکہ عبرت کا سامان ہو۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ "ہفتہ ٹریفک" کے دوران بھی حادثات ہوتے رہے اور ہفتہ ٹریفک کے آخری روز بھی دو بسوں نے تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو نوجوانوں کو کچل ڈالا۔ ہفتہ ٹریفک کے دوران حسب عادت ٹریفک پولیس

باقی صفحہ پر

پشاور کی ڈائری

امریکی نفرت میں عوامی جذبات میں شدت آرہی ہے؛

ابنِ راہی

خلیج کے مسئلہ پر عوام کے جو جذبات سامنے آئے ہیں ان میں سیاسی جماعتوں اور عوام میں نمایاں خلیج نظر آتی ہے۔ عراق پر امریکی حملہ کے خلاف صوبہ سرحد کے طول و عرض اور قبائلی علاقوں میں عوام نے جلوس نکالے اور مظاہرے کئے لیکن کوئی بھی سیاسی جماعت عوام کے جذبات کی حقیقی معنوں میں ترجمانی نہیں کر سکی مختلف سیاسی جماعتیں خلیج میں امریکی مداخلت کی مخالفت کرتی رہیں لیکن وہ اپنے پلیٹ فارم اس مقصد کے لئے استعمال نہیں کر رہی تھیں۔ جمعیت علماء اسلام جو کہ ظاہراً متحد ہو چکی ہے اس کے راہنماؤں کے بھی خلیج کے مسئلہ پر موقف میں واضح تضاد ہے سینیٹر مولانا سمیع الحق اور سینیٹر قاضی عبداللطیف سعودی عرب کے موقف کے حامی ہیں جبکہ مولانا فضل الرحمن عراق کے موقف کی حمایت کرتے ہیں اور جماعت اسلامی کویت پر عراقی قبضہ اور سعودی عرب میں امریکی فوجوں کی آمد کے خلاف ہے۔ پیپلز پارٹی کے کئی راہنماؤں نے انجمن خدام کعبہ اور امن تحریک صوبہ سرحد کے نام پر عراق کی حمایت کا سلسلہ شروع کیا اے این پی کی نو منتخب صوبائی صدر بیگم نسیم ولی خان نے کویت پر عراق کے قبضہ کو غلط قرار دیا لیکن ان کا کہنا تھا کہ یہ عربوں کا مسئلہ ہے اور انہیں ہی اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے اس معاملہ میں امریکی مداخلت کا جواز نہیں۔

خلیج کے تنازعہ کے بعد سے صوبہ سرحد میں امریکہ کی نفرت میں عوام کے جذبات میں شدت آرہی تھی لیکن کالجوں اور اسکولوں میں لڑکوں نے روزانہ کلاسوں کا بائیکاٹ کر کے جلوس نکالے جس روز امریکہ نے عراق پر حملہ کیا اسی روز صرف پشاور میں ایک درجن کے قریب جلوس نکالے گئے تین جلوسوں پر تو پولیس نے لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس کا استعمال کیا جبکہ وکلاء اور مختلف طبقات کے لوگوں نے بھی جلوس نکالے۔

افغانستان کی گیارہ سالہ جنگ کے بعد سے صوبہ سرحد میں بین الاقوامی سیاست کے اثرات بڑھ گئے ہیں اور لوگ محسوس کرتے ہیں کہ کسی بھی ملک کے معاملات میں سپر پاورز کی مداخلت سے کیا اثرات ہوتے ہیں۔

صرف پاکستان میں جمعیت علماء پاکستان نے عراق کی کھل کر حمایت کی اور رضا کاروں کی بھرتی کا بھی سلسلہ شروع کیا لیکن صوبہ سرحد میں سب سے زیادہ پذیرائی۔ شاید اسی وجہ سے پشاور سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ فرنٹیئر پوسٹ نے عوام کے جذبات کی ترجمانی کرنے پر جے یو پی کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی کی کراچی میں کی جانے والی پریس کانفرنس کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور وہ اس روز اخبار کی لیڈ اسٹوری تھی۔ صوبہ سرحد میں صدر صدام ایک ہیرو کی حیثیت سے ابھرے ہیں اور لوگ ان سیاسی جماعتوں کے کردار سے مایوس ہوئے ہیں جنہیں عوام نے اسمبلیوں میں بہت امیدوں کے ساتھ بھیجا لیکن وہ پہلے ہی تین ماہ میں عوام کے جذبات کی ترجمانی کرنے میں ناکام رہیں لیکن پشاور پولیس کا شرمناک رویہ اور افسوسناک کردار بھی دیکھئے کہ صدام حسین کی تصاویر اٹھا کر پر امن جلوس نکالنے والے طلبہ پر آنسو گیس کے گولے پھینکے گئے اور انہیں پکڑ پکڑ کر تشدد کا نشانہ بنایا گیا پانچ طلبہ کو گرفتار کیا اور ۲۵ کے قریب زخمی ہوئے ایک فوٹو گرافر سید بشیر شہزاد بھی زخمی ہوئے جنہیں پولیس نے تصاویر بنانے سے روکا۔ پشاور پولیس کا اے ایس پی سی اختر علی شاہ جو کہ مخصوص نظریات کا حامل ہے اور بائیں بازو کی جماعتوں سے منسلک رہا ہے وہ صدام حسین کے حق میں نکالے گئے جلوس میں غالباً اسلام کے

باقی صفحہ پر

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی

محمد احمد مغل

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کا شمار ان علماء ربانیین میں ہوتا ہے جو آسمان معرفت پر آفتاب ہدایت بن کر چمکے آپ کی ذات ہمہ صفات تھی آپ نے جس میدان میں بھی قدم رکھا دنیا نے آپ کو اسی میدان کا اعلیٰ شہسوار مانتے ہوئے یہ کہا کہ اس فن میں آپ لاثانی ہیں۔ علم ہیئت کیا، جفر کیا، فقہ و اصول کیا، معنی و بیان کیا، فلسفہ و منطق کیا، تفسیر و حدیث کیا، ہر فن میں نہ صرف ماہر بلکہ ہر فن میں خداداد تجدیدی و تخلیقی صلاحیتوں کے مالک تھے اور ہر فن میں ایک نئے انداز فکر و بیان سے تصانیف تحریر فرمائیں لہٰذا آپ کی تجربہ عملی نکتہ رسی اور معنی آفرینی کا لوہا مانا جس طرح آپ دیگر بے شمار علوم و فنون میں باکمال تھے اسی طرح نعت گوئی میں بھی یکتا و بے مثال تھے آپ سچے عاشق رسولؐ تھے آپ کی تصانیف میں بھی ہر جگہ عشق رسولؐ اور محبت رسولؐ کے نورانی اور ایمان افروز جلوے نظر آتے ہیں اسی لئے آپ کے کلام میں حضور اکرمؐ کی الفت و محبت کی بے نظیر چاشنی پائی جاتی ہے اسی لئے اہل محبت نے حضورؐ کے عشق و محبت سے لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کے کلام کو عقیدت و محبت سے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا اور تسکین قلب کی خاطر اسے پڑھتے اور سنتے ہیں جب بھی کوئی نعت خواں آپ کے کلام کو ترنم کے ساتھ پڑھنا شروع کرتا ہے تو ایک طرب انگیز عالم طاری ہو جاتا ہے اور سامعین اپنے آپ کو دربار رسولؐ میں محسوس کرنے لگتے ہیں کیونکہ آپ کا کلام عشق و ادب، فصاحت و بلاغت، لطافت و نفاست سے مرصع ہے آپ کی شاعری فنی اعتبار سے بہت بلند و بے نظیر ہے اس لئے کہ آپ ایک جید عالم دین اور مجدد وقت تھے آپ شان رسالتؐ کی نزاکتوں کو خوب سمجھتے تھے لہٰذا آپ نے نعت گوئی کا پورا حق ادا کر دیا اردو زبان میں آپ کے مقابلے کا کلام آج دنیا میں موجود نہیں آپ طبعی شاعر تھے آپ نے فن نعت گوئی میں کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کئے نہ رفیع الدین سودا سے شعر گوئی کا سودا طلب کیا نہ میر درد سے درد کی بھیک مانگی نہ غالب کے حسن تخیل ندرت سے فکر اور شوخی گفتار کے سوالی بنے نہ حیدر علی آتش سے آتش فشانی کا فن سیکھا نہ مومن سے لطافت و نزاکت کے حصول کی آرزو کی نہ ذوق سے محاورات بندش الفاظ کی شائستگی کا ذوق طلب کیا اگرچہ نعت گوئی میں

باقی صفحہ پر

ضربِ اللہ اکبر
سے امریکیوں
کی گھبراہٹ

عراقی عقابوں نے دس ہزار یہودی موت کے گھاٹ اُتار دیئے

۲۵ ہزار سیکڑوں عراقی شاہینوں کے ہاتھوں پانچ ہزار امریکی یہودی فوجی ہلاک (تہران ریڈیو)

سرزمین نجد سے عراق پر ہر ۹۰ سیکنڈ بعد ۲۰۰ بمبار طیاروں کا حملہ ہر طیارے سے ۲۰۰۰ پونڈ کا بم گرایا گیا

۵۰ ہزار ٹن وزنی بم گرانے کے باوجود بغداد مسکرا رہا ہے امریکی حیرت زدہ ہیں سید الشہداء امام اعظمؒ اور غوث الاعظمؒ کی کرامات

اللہ نے ابر رحمت کی چادر تان دی۔ حملہ آوروں کو ناکام واپس جانا پڑا

ایران عراق جنگ کے زخم ابھی مندمل بھی نہیں ہوئے تھے کہ امریکہ اور اس کے حواریوں نے عراق پر ایک اور جنگ مسلط کر دی۔ خلیج میں جنگ جاری ہے۔ اور مسلمان نیز دنیا کے امن پسند عوام اس جنگ کے خاتمہ اور عراق کی کامیابی کے لئے دست بہ دعا ہیں۔

۱۹۶۲ء میں کیوبا کے بحران کے بعد جب کہ امریکہ اور سوویت یونین میں تصادم ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ پوری دنیا کی نظریں ایک مسئلہ پر جمی ہوئی ہیں اور وہ مسئلہ ہے خلیج کی جنگ اور ذرا سی بھی صحیح سوچ رکھنے والا شخص اس جنگ کی ذمہ داری امریکہ پر ڈالتا ہے۔

ایرانی انقلاب کے بعد تمام خلیجی ریاستوں میں ایک سراسیمگی پھیل گئی تھی جو ایران کو اپنا وجود خطرے

میں نظر آنے لگا تھا۔ چنانچہ جب ایران عراق جنگ چھڑی تو خلیجی ریاستوں نے نہ صرف عراق کی حمایت کی بلکہ حسب المقدور دامے درمے سخنے اس کی مدد بھی کی۔ خصوصاً کویت نے اربوں ڈالر قرضہ دیا اور اپنی بندرگاہ بھی عراقی تیل کی برآمد کے لئے کھول دی۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد عراق علاقہ میں ایک

طاقت بن کر ابھرا اس نے ایران سے اپنی جنگ کے تجربے کی روشنی میں اپنی جنگی تیاریاں نئے سرے سے وضع کرنا شروع کر دیں۔

یہ صورت حال امریکہ اور خاص طور سے اسرائیل کے لئے قابل قبول نہیں تھی اسرائیل کو اپنا وجود اور امریکہ کو خلیج میں اپنے مفادات خطرے میں نظر آنے لگے۔ اور ان دونوں ممالک نے مل کر عراق کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ عراق کو اپنی اقتصادی مشکلات پر قابو پانے کے لئے زائد سرمایہ کی ضرورت تھی یہ سرمایہ وہ تیل کی قیمتوں میں اضافہ کرکے ہی حاصل کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس کے لئے اس نے کوشش کی۔ مگر کویت اور خلیج کی دیگر ریاستوں نے عراق کی کوششوں میں اس کی مدد کرنے کے بجائے امریکہ کے اشارے پر

تیل کی پیداوار میں اضافہ کر کے تیل کی عالمی قیمتوں میں مزید کمی کرا دی۔ جس سے عراق کی اقتصادیات کو سخت نقصان پہنچا۔ اس پر عراق کی جانب سے سخت رد عمل کا مظاہرہ ہوا۔ عراق کا خیال تھا کہ اس نے ایران کی ممکنہ یلغار سے ان ریاستوں کو بچایا ہے اس لئے ان ریاستوں کو اس کا مشکور ہونا چاہئے اور اس کی تعمیر نو میں اس کی مدد کرنا چاہئے چہ جائیکہ وہ اس کے لئے مشکلات پیدا کر رہی ہیں۔

عراق کا کویت پر ہمیشہ سے دعویٰ تھا کہ وہ اس کا ایک حصہ ہے اور اسے علیحدہ ایک ملک کی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ کویت عراق کا ایک ضلع تھا یورپی سامراج نے اسے ۱۹۱۸ء میں عراق سے الگ کر کے الصباح خاندان کو دے دیا تھا کہ یہ شہر برطانیہ کے زیر اثر ہے ۱۹۲۱ء سے لے کر اب تک جتنے بھی حکمران عراق میں برسر اقتدار آئے وہ کویت کو واپس لینے کی کسی نہ کسی طور پر مسلسل کوششیں کرتے رہے اور کویت کی عراق کو واپسی کا سوال برابر اٹھتا رہا ۱۹۳۰ء میں یہ سوال شدت سے اٹھا جب عراق کے وزیر اعظم غازی نے کویت کو واپس لینے کی کوششوں کا شدومد سے آغاز کیا۔ ۱۹۳۸ء میں نوری السعید وزیر اعظم بنے جو برطانیہ کے ہمنوا تھے مگر وہ بھی کویت کی واپسی کا مطالبہ برطانیہ سے کرتے رہے

کویت، عراق کا ضلع تھا جسے یورپی سامراج نے ۱۹۱۸ء میں عراق سے الگ کر کے الصباح خاندان کو دے دیا۔

تھے۔

۱۹۶۱ء میں یہ معاملہ کویت کی مکمل آزادی کے بعد پھر شدومد سے اٹھا۔ اس وقت عراق پر جنرل عبدالقاسم کریم کی حکومت تھی۔ یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ کویت کو بچانے کے لئے برطانوی فوجیں خلیج میں پہنچ گئیں۔ اس وقت عراق اتنا طاقتور نہیں تھا۔ مجبوراً اسے کویت کی آزاد حیثیت کو تسلیم کرنا پڑا لیکن کویت کے جزیرے بوبیان اور وادباہ پر اس نے اپنا دعویٰ بدستور برقرار رکھا۔

عراق کا خیال تھا جو کہ اس کا حق بھی تھا کہ اگر یہ جزیرے اسے مل جائیں تو خلیج میں اس کی رسائی ہو جائے گی۔ خلیج کی جنگ میں یہ احساس مزید شدت اختیار کر گیا۔ چنانچہ خلیج کی جنگ ختم ہوتے ہی عراق نے اس مسئلہ کو اٹھایا۔ مگر کویت کا امیر نہیں مانا عراق نے ان جزیروں کو کویت سے لیز پر بھی حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کویت اس پر بھی تیار نہ ہوا۔ بلکہ کویت نے ان قرضوں کی واپسی کا مطالبہ شروع کر دیا جو اس نے جنگ کے دوران عراق کو فراہم کئے تھے۔ کویت کے اس رویہ پر عراق کا برہم ہونا ایک قدرتی امر تھا۔

چنانچہ ۱۷ جولائی کو صدر صدام حسین نے اپنے بیان میں خلیجی ریاستوں پر باقاعدہ الزام لگایا کہ انہوں نے امریکہ سے ساز باز کر کے تیل کی قیمتوں میں کمی کی ہے۔ جو عراق کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہے۔ اس کے فوراً بعد عراقی وزیر خارجہ نے کویت پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا اس نے عراقی علاقے سے ایک کروڑ تیس لاکھ پونڈ کا تیل چرایا ہے اور عراقی علاقوں میں فوجی چوکیاں قائم کی ہیں۔ عرب ممالک نے اس قضیہ کو طے کرانے کی کوشش کی لیکن یہ تنازع زور پکڑ تا گیا۔ یہاں تک کہ عراق نے ٹینکوں سمیت تیں

ہزار فوجی کویتی سرحدوں پر لگادیئے جلد ہی یہ تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔

۳۱ جولائی کو سعودی عرب کے توسط سے کویتی اور عراقی حکام کے مابین جدہ میں ملاقات ہوئی لیکن یہ ناکام ثابت ہوئی ۲ اگست کو عراقی فوجیں کویت میں داخل ہوئیں اور انہوں نے بغیر کسی قابل ذکر مزاحمت کے کویت کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

سلامتی کونسل نے عراق کی اس کارروائی کی مذمت کی امریکہ نے اپنا طیارہ بردار جہاز انڈیپنڈنٹ بحر ہند سے خلیج کی جانب روانہ کر دیا۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے کویتی اور عراقی اثاثے منجمد کرا دیئے۔ اور عراق سے تجارت پر پابندی لگادی سوویت یونین نے عراق کو اسلحہ کی فراہمی بند کر دی۔ ادھر ۶ اگست کو سلامتی کونسل نے عراق کے خلاف اقتصادی ناکہ بندی کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن عراق کے خلاف جو بھی کارروائی ہوئی اس کے رویہ میں اور سختی آتی چلی گئی۔ چنانچہ اس نے اقتصادی ناکہ بندی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ سے کویت سے عراقی فوجوں کے انخلا میں مزید تاخیر ہوگی۔ اس وقت تک عراق نے کویت پر مستقل قبضہ کی بات نہیں کی تھی مگر فوج کشی کا جواز یہ بتایا جاتا تھا کہ کویت کی نئی عبوری حکومت کی دعوت پر اس نے اپنی فوجیں وہاں بھیجی ہیں۔

مسلمانوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ
کہ ان کے پاس ان کے اپنے
خبر رساں ادارے نہیں ہیں
جو تصویر کا صحیح رُخ دکھا سکیں

۷ اگست کو صدر بش نے ۴ ہزار فوجی اور ایف۔ ۱۵ طیارے سعودیہ بھیجنے کا اعلان کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ دفاعی نوعیت کی کارروائی ہے۔ لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ صدر صدام نے دوسرے ہی روز کویت کو عراق
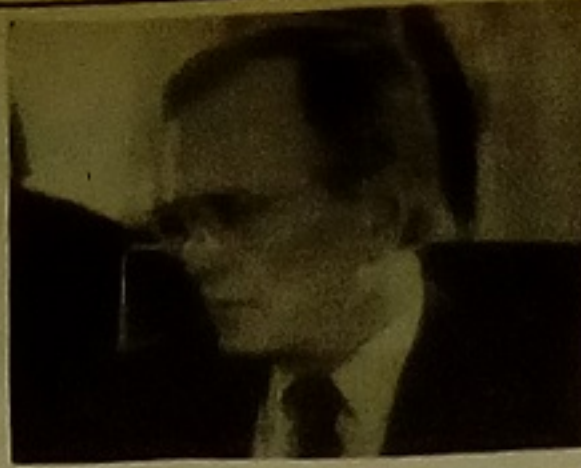
آج امریکہ دُنیا بھر کے
مُسلم عوام کی نفرت
کا ہدف بنا ہوا ہے؟

میں ضم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور تمام غیر ملکی سفارت خانوں کو ہدایات جاری کر دیں کہ وہ کویت سے بغداد منتقل ہو جائیں۔

سلامتی کونسل نے اس انضمام کو غیر قانونی قرار دے دیا یورپی برادری نے اپنے سفارت خانے کویت سے بغداد منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ اب صدر صدام نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ انہوں نے سعودی عرب سے تمام غیر ملکی فوجوں کی واپسی کے مطالبہ کے ساتھ وہاں عرب فوج متعین کرنے کا مطالبہ کیا اور دوسرا ڈرامائی اعلان انہوں نے یہ کیا کہ ایران سے باقاعدہ صلح کر لی۔ شط العرب کی آبی گذرگاہ پر اس کا حق بھی تسلیم کر لیا۔ اور جنگی قیدیوں کی واپسی کا معاملہ بھی طے ہو گیا۔

ادھر سفارتی سطح پر مصالحتی کوششیں شروع ہوئیں جس میں اردن کے شاہ حسین پیش پیش تھے۔ لیکن وہ بار آور ثابت نہ ہوئیں۔ اس مسئلہ نے ۲۱ ستمبر کو ایک اور رخ اختیار کیا۔ صدر صدام نے دھمکی دی کہ اگر عراق پر حملہ ہوا تو وہ براہ راست اسرائیل پر حملہ کر دے گا۔ اور خلیج کے تیل کے کنوؤں کو تباہ کر دے گا۔

۳۱ اکتوبر کو سلامتی کونسل نے ایک اور قرار داد منظور کی جس میں کہا گیا تھا کہ جنگ کی صورت میں تباہی کی مکمل ذمہ داری عراق پر عائد ہوگی ادھر صدر بش نے مزید ایک لاکھ فوج خلیج بھیجنے کا حکم جاری کیا۔ تاہم اس سخت ناکہ بندی کے باوجود عراق بہت زیادہ متاثر نہیں ہوا۔ اس لئے امریکہ اور یورپی برادری نے سوچا کہ اس ناکہ بندی نے طول کھینچا تو عالمی برادری اور سلامتی [illegible] میں یگانگت کی جو فضا ہے وہ برقرار نہ رہے گی

چنانچہ انہوں نے سلامتی کونسل میں اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔

بالآخر سلامتی کونسل نے ۲۹ نومبر کو قرار داد ۶۷۸ منظور کی جس میں کہا گیا کہ اگر عراق نے ۱۵ جنوری ۹۱ء تک اپنی فوجیں کویت سے واپس نہ بلائیں تو اتحادی عراق کے خلاف فوجی کارروائی کے مجاز ہوں گے

صدر بش نے عراقی وزیر خارجہ کو ۳۰ نومبر کو واشنگٹن آنے اور امریکی وزیر خارجہ کو بغداد بھیجنے کی تجویز پیش کی صدر صدام نے یہ تجویز تو قبول کر لی مگر یہ شرط بھی عائد کر دی کہ مذاکرات کے ایجنڈے میں فلسطین کا مسئلہ بھی شامل ہونا چاہئے۔ امریکہ نے یہ بات قبول نہ کی اور مذاکرات کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔

صدر صدام نے ایک اور اعلان کے ذریعہ تمام غیر ملکیوں کو جنہیں انہوں نے اپنا یرغمالی بنالیا تھا اپنے اپنے ملک جانے کی اجازت دے دی۔ اس سے حکومت پر نہ سہی مگر تمام لوگوں میں اچھا تاثر پیدا ہوا مگر اس کے فوری بعد انہوں نے اعلان کیا کہ عراق کسی حالت میں بھی کویت نہیں چھوڑے گا اور اس پر حملہ ہوا تو وہ کیمیائی ہتھیار استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔

۳ جنوری کو امید کی ایک اور کرن دکھائی دی صدر بش نے اعلان کیا کہ چند دنوں میں امریکی وزیر خارجہ، عراقی وزیر خارجہ سے جنیوا میں ملاقات کریں گے یہ ملاقات ۹ جنوری کو جنیوا میں ہوئی اور کوئی ساڑھے چھ گھنٹے تک جاری رہی مگر ناکام ثابت ہوئی آخری کوشش کے طور پر اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل پیریز ڈیکوئیار نے ۱۳ جنوری کو صدر صدام سے ملاقات کی مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہو سکا۔

آخری وقت میں فرانس نے ایک پانچ نکاتی منصوبہ پیش کیا جس میں فلسطین کے مسئلہ کو کویت کے مسئلہ سے منسلک کیا گیا تھا مگر امریکہ اور برطانیہ نے اس کی منظوری نہ دی چنانچہ امید کی یہ آخری شمع بھی گل ہو گئی۔

آج خلیج میں جنگ مندرجہ ذیل سامان حرب کے ساتھ جاری ہے۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے پاس ۵،۲۰،۰۰۰ فوج، ۳۵۰۰ ٹینک، ۲۲۰۰ لڑاکا طیارے اور ۱۳۰ بحری جنگی جہاز ہیں۔ عراق کے پاس ۵،۳۰،۰۰۰ فوج ۴۰۰۰ ٹینک اور ۷۰۰ لڑاکا طیارے ہیں۔ جدید سامان حرب کے واضح فرق کے باوجود عراق اپنے دشمنوں کے بالمقابل سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ڈٹا کھڑا ہے۔ چار گھنٹے میں کویت پر قبضہ کر لینے کا دعوی کرنے والے دم بخود ہیں۔ امریکی اتحادی فوجوں کا کمانڈر انچیف جنرل پاول اعتراف شکست کرتا ہوا کہ

رہا ہے کہ عراق کے ڈیفنس کو توڑنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ وہ آپریشن ڈزرٹ شیلڈ کی ناکامی پر پاگلوں کی طرح سے بوکھلایا ہوا ہے۔ اس کی رنگت اڑی ہوئی ہے۔ چہرہ فق ہے۔ امریکی صدر اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے کہہ رہے ہیں کہ ایسے ملک پر قابو پانا آسان نہیں ہے جو پچھلے دس سال سے فوجی تیاری کر رہا تھا۔ جبکہ جنگ کے پہلے دن انہوں نے کہا تھا اب تک صورتحال بہت اچھی ہے۔ (Sogood so far) لیکن اگلے ہی دن وہ یہ لن ترانی بھول گئے۔

خلیج میں جنگ شروع کرنے کے امریکہ کے کئی مقاصد ہیں۔ مثلاً امریکی معاشی مفادات کے تحفظ کی خاطر خلیج کے تیل کے چشموں پر قبضہ کرنا۔ عراق کو سپر پاور بننے سے روکنا نیز اسرائیل کو سپر پاور بننے میں مدد دینے کے لئے اس کی حفاظت کرنا اس لئے گہری سازش اور منصوبہ بندی کے تحت اس نے خلیج کی جنگ کو سعودی عرب کی ضرورت بنا دیا اطلاعات کے مطابق عراق پر حملے سے پیشتر باقاعدہ شاہ فہد سے اجازت لی گئی جو یہ اجازت دینے کے لئے بڑے بے چین تھے۔

لیکن خلیج کی موجودہ جنگ امریکہ کو بہت مہنگی پڑے گی۔ امریکہ جو خود کو لازوال سمجھتا تھا اسی جنگ سے اس کا زوال شروع ہوگا بعینہ جیسے سوویت یونین افغان جنگ سے زوال پذیر ہوا ہے۔ امریکہ آج دنیا بھر کے مسلم عوام کی نفرت کا ہدف بنا ہوا ہے۔ پوری دنیا کے انصاف پسند عوام بھی خلیج میں بہنے والے خون پر امریکہ کی مذمت کر رہے ہیں خود امریکی عوام میں اس جنگ کا بڑا ردعمل ہو رہا ہے۔ اور جس وقت کفن میں لپٹی ہوئی امریکی فوجیوں کی لاشیں امریکہ پہنچیں گی تو یہ ردعمل مزید گہرا ہو جائے گا۔ اس وقت امریکی لیڈر اپنے عوام کو کس طرح مطمئن کریں گے اس کے بارے میں وہ ابھی سے سوچ لیں۔ ذہنی طور پر امریکی عوام ابھی تک جنگ کے لئے تیار نہیں ساری دنیا میں امریکہ کی جنگ پسندی کے خلاف مظاہرے ہو رہے ہیں۔

پاکستان میں امریکہ کے خلاف اور عراق کی حمایت میں جو مظاہرے ہوئے ہیں وہ تو عوام کے سامنے ہیں ان کی شدت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت نے بوکھلا کر صدر صدام کی تصاویر چھاپنے اور بیچنے پر پابندی لگا دی نیز ہر قسم کے مظاہرے اور جلسہ جلوس نکالنے پر قدغن لگا دی گئی ہے۔ ایران میں امریکہ کے خلاف زبردست مظاہرے ہوئے۔ جن میں فوری طور پر خلیج میں مسلط کردہ جنگ بند کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے ایرانی عوام نے عراقی عوام سے مکمل یکجہتی کا اظہار کیا ہے نیز ایرانی علماء نے فتویٰ جاری کرتے ہوئے کہا کہ صرف ایک امریکی کو قتل کر کے ہر مسلمان اپنے گناہ بخشوا سکتا ہے۔ یورپ کے اکثر ممالک امریکہ کے خلاف عوامی مظاہروں کی زد میں ہیں۔ خلیج سے انتہائی دوری پر واقع آسٹریلیا میں بھی خلیج کی جنگ کے خلاف مظاہرہ ہوا ہے۔ ترکی میں بھی وہاں کے عوام نے اپنی حکومت کے اس فیصلے کے خلاف شدید ردعمل کا اظہار کیا ہے جس کے تحت ترکی نے امریکہ کو عراق کے خلاف اپنے فوجی اڈے استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ روم میں لاکھوں افراد نے خلیج میں جنگ کے خلاف مظاہرہ کیا۔ برلن میں اس وقت ہنگامے بھڑک اٹھے جب ۳۰ ہزار لوگ برلن برگ گیٹ پر جنگ کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لئے جمع ہوئے یہ گیٹ پچھلے سال جرمنی کے اتحاد کے موقع پر تقریبات کا مرکز تھا۔ پیرس میں بہت سے لوگوں نے مظاہرہ کرتے ہوئے عراق پر بمباری بند کرنے مشرق وسطیٰ کے بارے میں ایک عالمی کانفرنس بلانے کا مطالبہ کیا۔ عراق پر حملہ کی خبر سن کر ہزاروں باشندے دارالحکومت ڈھاکہ کی سڑکوں پر نکل آئے اور انہوں نے مبینہ حملے کے خلاف نعرے لگائے۔ بھارت جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں نئی دہلی میں مسلمانوں نے عراق پر حملے کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے امریکی سفارت خانے میں داخل ہونے کی کوشش کی تو پولیس نے ان کو منتشر کرنے کے لئے آنسو گیس استعمال کی۔ اس مظاہرے میں دہلی میں موجود فلسطینی اور عراقی بھی شامل تھے۔ ایک اور واقعہ پرانی دہلی میں پیش آیا جہاں مسلمانوں نے جمعہ کی نماز کے بعد ایک جلوس نکالا۔ جلوس نے چھ گاڑیوں کو نقصان پہنچایا اور صدر بش کا پتلا جلایا۔ پولیس سے جھڑپوں میں مظاہرین نے دو پولیس والوں کو چھرا گھونپ دیا۔ کھٹمنڈو (نیپال) میں بھی ہزاروں طلبا نے خلیج کی جنگ کے خلاف جلوس نکالا۔ سری لنکا میں مسلمانوں نے نماز جمعہ کے بعد عراق پر امریکی حملے کے خلاف ملک بھر میں احتجاجی جلوس نکالے۔ مظاہرین امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے مقدس سرزمین خالی کر دینے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں لاکھوں مسلمانوں کے ایک جلوس نے امریکی سفارت خانے پر دھاوا بول دیا۔ ریڈیو تہران کے مطابق مظاہرین پولیس کی کھڑی کردہ رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے سفارت خانے تک پہنچ گئے اور سفارت خانے میں موجود عملہ کو عراق پر امریکی حملے کے خلاف احتجاجی یادداشت پیش کی۔ عالمی پیمانے پر ہونے والے یہ مظاہرے امریکی جارحیت کے خلاف ایک کھلی وارننگ ہے۔ امریکہ کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ نوشتہ دیوار پڑھ لے۔ اور جلد سے جلد خلیج سے نکل جائے۔ ورنہ اسے زوال پذیر ہونے میں اب دیر نہیں لگے گی۔

خلیج کی جنگ میں عراق کو مکمل شکست دینا اتحادیوں کے بس کی بات نہیں۔ وہ صدر صدام کو ہراساں کر کے انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کی حکمت عملی پر عمل پیرا ہیں۔ یہ وقت صدر صدام کے اعصاب کی آزمائش کا وقت ہے۔ ایک جانب تو ان کے ملک پر راکٹوں اور بموں سے بارش کی جا رہی ہے دوسری جانب ان کے اعصاب کو توڑنے کے لئے پروپیگنڈے اور غلط خبروں کی توپیں داغی جا رہی ہیں۔ ان کے جوابی حملوں سے اتحادی ممالک اور اتحادی فوجوں میں برپا ہونے والی تباہی کو چھپایا جا رہا ہے یا اسے گھٹا کر بیان کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ ان کے پاس ان کے اپنے خبر رساں ادارے بھی نہیں ہیں جو تصویر کا دوسرا رخ دکھا سکیں ہمارے سامنے جنگ کا ایک ہی رخ آتا ہے جو مغربی ذرائع ابلاغ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تاہم آزاد خبر رساں ذرائع سے جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہے۔

- ضرب اللہ اکبر سے اسرائیلیوں پر خوف و ہراس طاری ہے۔ عراق نے اسرائیل پر جو اسکڈ میزائل داغے ہیں ان سے تل ابیب کا ہوائی اڈہ بری طرح تباہ ہو گیا مگر اس تباہی کو کمال خوبصورتی سے چھپایا گیا۔ عراقی حملوں نے ۱۰ ہزار یہودی موت کے گھاٹ اتار دیئے مگر یہ خبر مغربی ذرائع سے نشر نہیں کی گئی اسی طور پر سعودی عرب کے دہران عکیز میں عراقی شاہینوں کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے پانچ ہزار امریکی یہودی فوجیوں کی خبر کو دبا دیا گیا۔ مگر یہ اہم خبر تہران ریڈیو نے نشر کر دی۔

حق و باطل کے اس معرکہ میں تائید ایزدی عراقیوں کے ساتھ ہے۔ سرزمین نجد سے اب تک عراق پر ہر ۹۰ سیکنڈ بعد ۲۰۰ بمبار طیاروں سے حملہ کیا گیا اور ہر طیارے نے ۲۰۰۰ پونڈ کا بم گرایا اس طرح مجموعی طور پر اب تک عراق پر ۹۰ ہزار ٹن وزنی تباہ کن بارود برسایا گیا۔ مگر اللہ کی قدرت دیکھئے کہ بغداد ابھی بھی مسکرا رہا ہے۔ امریکی حیرت زدہ ہیں۔ اتحادی طیارے حملہ کرنے کے لئے گئے تو بادل بغداد پر چھا گئے۔ ان بادلوں کی موجودگی کی وجہ سے امریکی طیاروں کا عراق پر کوئی حملہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ یہ ہے سید الشہداء امام اعظم اور غوث الاعظم کی زندہ کرامات اللہ نے ابر رحمت کی چادر تان دی اور حملہ آوروں کو ناکام و نامراد واپس جانا پڑا۔

○

رپورٹ، شبیر احمد سلطانی

لاہور اور فیصل آباد کا بلیو پرنٹ اسکینڈل

مرکزی کرداروں میں بااثر افراد شامل ہیں

چند ہفتے پہلے راولپنڈی کی ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی کے مالک ظفر خان کو شہر کی اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیوں کے بلیو پرنٹ تیار کر کے انہیں اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے استعمال کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ظفر خان غیر قانونی طور پر پیدا ہونے والا شخص ہے بعد ازاں وہ علامہ اقبال ٹاؤن میں رہائش پذیر ہو گیا زبیدہ نامی ایک خاتون اس کی بیوی تھی مگر دونوں میں زیادہ دیر نباہ نہ رہ سکا طلاق ہو گئی۔ اس کے بعد ظفر خان نے دوسری شادی شمینہ نامی خاتون سے کی جو کہ بہاولپور میں پولیٹیکل (سائنس) کی لیکچرار تھی۔ یہ شادی دس سال تک چلی۔ شمینہ نے اپنا سکول کھول لیا ظفر خان نے متعدد جگہوں پر ملازمت کی مگر کامیاب نہ رہ سکا بالآخر ایڈورٹائزنگ کمپنی بنالی۔ ایڈورٹائزنگ کمپنی کو مزید وسعت دینے کے لئے اس نے چند خوبصورت لڑکیوں کو ملازمت دیکر انہیں اپنے دام فریب میں پھنسا اور ان کے بلیو پرنٹ بنانے میں کامیاب ہو گیا اور پھر ان لڑکیوں بلیک میلنگ اور عاشقی کے ذریعے نت نئی لڑکیوں کو پھانس کر اپنی ہوس کا شکار بناتا رہا۔ ان میں سے بہت سی لڑکیوں کے بلیو پرنٹ بنائے گئے اور وہ اس طرح ظفر خان کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہیں۔ ظفر خان سرکاری افسروں سے کام نکلوانے کے لئے ان کے پاس انہیں بھجواتا اور بالآخر پھر وہ ایک دن قانون کی گرفت میں آ گیا اور آج کل پس دیوار زنداں ہے۔

بھارتی کیسٹوں کی ہر شہر کے وڈیو سینٹروں پر بھرمار ہے اور نیم عریاں بھارتی فلموں نے ہماری نئی نسل کو بے راہ روی کا شکار کر دیا ہے محدث اعظمؒ کے شہر فیصل آباد کے بعض سینماؤں میں فلم بینوں کو بلیو پرنٹ بھی عام دکھائے جاتے رہے ہیں گزشتہ سال ایک سینما میں چھاپہ مار کر انتظامیہ نے بلیو پرنٹ فلمیں برآمد کر لیں اور سینما انتظامیہ سمیت سو دو سو افراد کے لگ بھگ فلم بینوں کو گرفتار کر لیا تھا سینماؤں میں اور وڈیو سینٹروں میں بلیو پرنٹ کیسٹوں کی بھرمار ہوئی تو فیصل آباد کی سماجی مذہبی و سیاسی تنظیموں نے سخت احتجاج کیا نتیجتاً ضلعی پولیس حرکت میں آئی اور ایک موقع پر وڈیو سینٹروں کے مالکان کے خلاف ایکشن لیا گیا وڈیو سینٹروں کے مالکان نے بلیو پرنٹ وڈیو کیسٹ رضاکارانہ طور پر سرعام جلا دیے اور اس طرح اہل شہر کو یقین دلایا کہ شہر سے اخلاق سوز فلموں کے کیسٹ ختم کر دیے گئے ہیں۔ مغرب سے اسمگل ہو کر آنے والی بلیو پرنٹ نئی نسل کی بے راہ روی کا باعث بن رہی ہیں۔
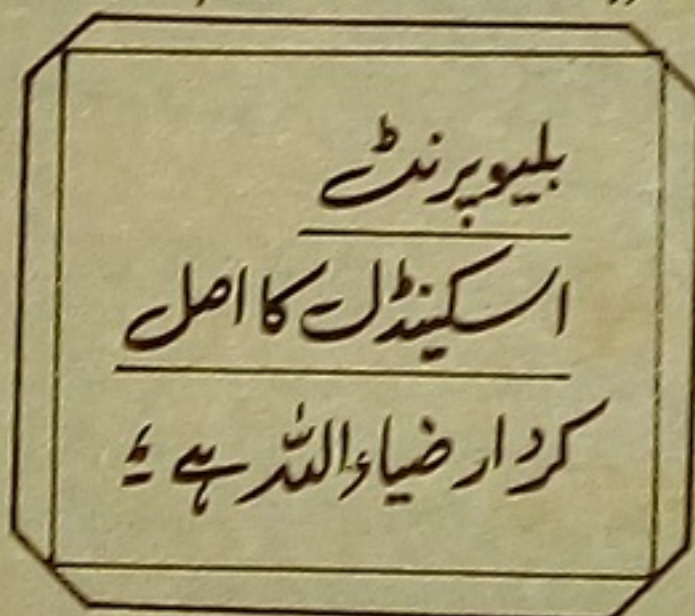
بلیو پرنٹ اسکینڈل کا اصل کردار ضیاء اللہ ہے۔

صوبہ پنجاب کا دوسرا بڑا شہر فیصل آباد ہے اس کے (دارالشفاء) سول ہسپتال میں ایک معزز پیشہ جو کہ دکھی انسانیت کی خدمت سے مزین نرسنگ کا شعبہ ہے اس شعبہ کی چند نرسیں بلیو پرنٹ کی نذر ہو گئی ہیں۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ شہر کے بہت سے معززین اس بلیو پرنٹ اسکینڈل میں ملوث ہیں چند اعلیٰ انتظامی افسروں کو بھی اس اسکینڈل میں شریک قرار دیا جا رہا ہے فیصل آباد کا یہ بلیو پرنٹ اسکینڈل فی الحقیقت کیا ہے اس اسکینڈل میں ملوث کن لوگوں کے نام ہیں ابھی تک منظر عام پر نہیں آئے لاہور میں بلیو پرنٹ اسکینڈل کا مرکزی کردار ایک تھا جب کہ فیصل آباد میں بلیو پرنٹ اسکینڈل کے مرکزی کردار دو ہیں راشد حسن شہر کا ایک معروف ماہر تعمیرات ہے اور اس نے "ر" ایک معروف مارکیٹ المعروف ڈی گرومز ہیپیز کالونی میں اپنا دفتر بنا رکھا ہے اور دفتر کے ساتھ نام نہاد سٹڈی سرکل بنایا ہوا ہے جو کہ لڑکیوں کی آمد و رفت کا جواز پیدا کرتا ہے باخبر حلقوں کے مطابق اس سٹڈی سرکل کے ملحق ایک کمرے کو بیڈروم کے طور پر آراستہ کیا گیا ہے اور اس جگہ ضلعی انتظامیہ کے بعض افسران اور شہر کے معززین راشد حسن کے پاس بلیو پرنٹ فلمیں دیکھنے آتے رہے ہیں بلیو پرنٹ فلمیں دیکھ کر داد عیش دینے والوں میں سے اس بات کا علم شاید کسی کو بھی نہیں ہوتا تھا کہ کیمرے کی خفیہ آنکھ ان کی قابل اعتراض حالت کو دیکھ کر اپنے سینے میں محفوظ کر لیتی ہے۔

فیصل آباد بلیو پرنٹ اسکینڈل کا دوسرا مرکزی کردار ضیاء اللہ ہے جو ایک جیننگ فیکٹری کا مالک ہے اور پولیس کی تفتیش کے مطابق یہ دونوں کردار ایک دوسرے سے تعلق نہیں رکھتے جب کہ اس امر کے شواہد موجود ہیں کہ دونوں اس مذموم دھندے میں مشترکہ طور پر ملوث ہیں دونوں کا تعلق ایک ہی برادری سے ہے، راشد حسن شہر کے ایک انتظامی افسر کا رشتہ دار بھی ہے اور شاید یہی وجہ ہے اس کی ضمانت ابتدائی مرحلہ میں ہی ہو گئی ہے اور اس سے ایک قابل اعتراض تصویر اور ایک شرمناک آلہ کے علاوہ کچھ بھی برآمد نہیں کیا گیا۔ اگر راشد حسن کے پاس یہی دو چیزیں تھیں تو پھر اس اسکینڈل کا کردار کیسے بن گیا۔ راشد حسن اور ضیاء اللہ دونوں ہی ایک دوسرے سے تعلق سے انکار کرتے ہیں مگر طاہرہ یاسمین کے بلیو پرنٹ ان دونوں کے ساتھ بنے ہوئے ہیں کوئی بھی لڑکی کسی ایک شخص کے فریب کا شکار ہو کر کسی دوسرے شخص کے ساتھ اس قسم کے تجربے کی متحمل نہیں ہو سکتی طاہرہ یاسمین نے پولیس کو بتایا کہ وہ اس اسکینڈل کا انکشاف کرنے والی سٹاف نرس افشاں کے ساتھ گہرے مراسم اور دوستی کی وجہ سے راشد حسن کے فریب کا شکار ہوئی جب کہ کچھ لوگوں کا

اسکینڈل کے مرکزی کردار نے پولیس کو بیان دیا کہ
دو درجن سے زائد نرسوں سے اس کے تعلقات رہے ہیں

خیال ہے طاہرہ یاسمین پہلے ضیاء اللہ کے دام فریب میں پھنسی اور اس کی بلیو پرنٹ دکھا کر راشد حسن نے اسے اپنے ساتھ بلیو پرنٹ بنانے پر آمادہ کیا اگرچہ بھی ضیاء اللہ کی طرح اس کو اپنی آلہ کار کے طور پر استعمال کرتے۔

جن سٹاف نرسوں کو پولیس نے اس وقت شامل تفتیش کیا ہے ان کے بیانات کا انتظار کیا جا رہا ہے لیکن راشد حسن اور ضیاء اللہ کے بعد بلیو پرنٹ اسکینڈل کا مرکزی کردار طاہرہ یاسمین ہی ہے۔

شمشاد، شگفتہ الماس، طاہرہ شوکت اور دوسری تمام لڑکیاں جن کے شوہر یا بعض دوسری خواتین بھی طاہرہ یاسمین کے ذریعے راشد حسن یا ضیاء اللہ کا شکار ہوئیں۔

بعض لڑکیوں کے بلیو پرنٹ کیسٹ ان کے اپنے آشناؤں کے ساتھ بھی بنائے گئے ہیں۔ اور غالباً یہ کیسٹ ان جوڑوں کی لاعلمی میں بنائے گئے ہیں کیونکہ راشد حسن اور ضیاء اللہ اپنے مکان سے وقتی کمرہ اور دوستوں کو گوشۂ عافیت فراہم کرتے ہیں اور اس طرح ان دونوں کی کمیں گاہیں ان لوگوں کو پھنسانے کے لئے ان کا اہتمام ہوتی ہیں بلیو پرنٹ اسکینڈل کا اصل خالق ضیاء اللہ ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ راشد حسن کو اسی نے منفی سرگرمیاں کر کر اس مشغلے کی طرف راغب کیا تھا اور شاید ایک ہی آٹو میٹک کیمرہ دونوں استعمال کرتے رہے ہیں سول ہسپتال کے نرسنگ ہاسٹل کا انتخاب شاید اس لئے بھی کیا گیا کہ نرسنگ کے پیشہ میں آنے والی لڑکیاں زیادہ تر مالی مسائل کا شکار ہوتی ہیں اور پھر ان کے پاس والدین کی آنکھوں میں دھول جھونک کر آشنائی کرنے اور تحفے تحائف وصول کرنے کی آزادی بھی ہوتی ہے۔

فیصل آباد کے نرسنگ ہوسٹل کی ہاؤس کیپر تحسین کوثر بھی اس اسکینڈل کا ایک مرکزی کردار رہی ہے یہ اسکینڈل فی الحقیقت طاہرہ یاسمین اور تحسین کوثر کی باہمی چپقلش کے نتیجے میں منظر عام پر آیا ہے [illegible] ہو کر طاہرہ یاسمین کی سہیلی تھی اور اس اسکینڈل سے واقف تھی اس سے طاہرہ یاسمین کا جھگڑا ہو گیا اور اس طرح وہ تحسین کوثر کے قریب ہو گئی ایک مرحلے پر جب ہسپتال کے ڈاکٹروں کا ایک گروپ کسی وجہ سے تحسین کوثر کے خلاف ہو گیا تو میاں افضل نے ایک ڈاکٹر کو کہا کہ وہ طاہرہ یاسمین کے ذریعے تحسین کی حمایت نہ کرے کیونکہ طاہرہ یاسمین، تحسین کوثر کی نسبت زیادہ بدکردار ہے اور اس نے ثبوت کے طور پر ڈاکٹر کو تصویریں دکھائیں جو طاہرہ یاسمین اور راشد حسن کے بلیو پرنٹ کی آئینہ دار تھیں کہا جاتا ہے کہ یہ تصویریں بعد ازاں ہسپتال کے ڈاکٹروں میں گھومتی رہی تھیں ایک ڈاکٹر نے اس تصویر کے حوالے سے طاہرہ یاسمین کو بلیک میل کرنے کی کوشش بھی کی مگر طاہرہ یاسمین نے ڈاکٹر کی دھمکی کی کوئی پروا نہیں کی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کی رسائی ایسے لوگوں تک موجود ہے جو اس کا تحفظ کر سکتے ہیں شہر کی ایک معروف شخصیت میاں محمد افضل کو بھی طاہرہ یاسمین ہی نے بلیو پرنٹ اسکینڈل میں ملوث قرار دیا ہے جب کہ بعض باخبر لوگوں کا کہنا ہے کہ میاں محمد افضل چونکہ ہاؤس کیپر تحسین کوثر کی سرپرستی کرتا رہا ہے لہذا طاہرہ یاسمین نے انتقامی جذبے کے تحت اس کا نام بھی لے دیا ہے اور اس ضمن میں ایک واقعہ پولیس کو بھی سنا دیا گیا ہے اصل بات یہ ہے کہ جن دنوں میاں افضل شدید علالت کے باعث سول ہسپتال میں داخل رہا انہی دنوں اس کی دوستی ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ حبیب اللہ سے ہو گئی سول ہسپتال کے بعض ڈاکٹروں نے تحسین کوثر کو اس کے مشکوک کردار کے باعث ملازمت سے برطرف کرایا تھا مگر تحسین کوثر چند روز بعد ہی ملازمت پر بحال ہو گئی۔ تو ڈاکٹروں کا یہ گروہ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کے ساتھ ساتھ میاں محمد افضل کے خلاف ہو گیا جب میڈیکل سپرنٹنڈنٹ حبیب اللہ کی ٹرانسفر ہونے لگی تو اسے رکوانے کے لئے میاں محمد افضل کا اثر و رسوخ کام آیا۔ میاں محمد افضل دو اڑھائی ماہ تک سول ہسپتال میں بستر علالت پر رہا اور اس دوران اس کی کار بھی ہسپتال کے عملے کے زیر استعمال آتی رہی اس کار کو ڈاکٹر لوگ بھی استعمال کرتے رہے اور ہسپتال کی سٹاف نرسیں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اب جب کہ بلیو پرنٹ اسکینڈل اخبارات کی شہ سرخیوں کا موضوع بنا ہے تو میاں محمد افضل جسمانی طور پر معذور ہونے کے باوجود اس کا ایک کردار بن کر سامنے آیا ہے اس کے علاوہ فیصل آباد کے معروف ایم این اے جن پر پچھلے دور حکومت میں منشیات اسمگلنگ کرنے کا الزام لگایا گیا تھا اور اب کیس کیس گول مول کر دیا گیا اس کا لڑکا جو حال ہی میں ضمنی الیکشن میں آئی جے آئی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ کر کامیاب ہوا ہے بھی ملوث ہے۔

ضلعی انتظامیہ کے ایک اعلیٰ افسر جو ان دنوں شیخوپورہ ٹرانسفر ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے مجسٹریٹ کی ایک بلیو پرنٹ کا بھی عام چرچا ہے یہ کیسٹ ان ۲۷ کیسٹوں میں شامل تھی جو راشد حسن اور ضیاء اللہ سے برآمد کی گئی تھیں مگر باور کیا جاتا ہے کہ برآمد ہونے والی تمام کی تمام کیسٹیں شہر کے ایک اعلیٰ پولیس افسر نے دیکھیں وہ بلیو پرنٹ جن میں اسکینڈل کا انکشاف کرنے والے ڈاکٹر ملوث تھے حسب وعدہ ان کو واپس کر دی گئیں۔ سول ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر حبیب اللہ نے اپنے ایک اخباری بیان میں یہ سوال بالکل بجا طور پر اٹھایا ہے کہ اسکینڈل کا انکشاف کرنے والے ڈاکٹروں کو پولیس تفتیش میں کیوں شامل نہیں کرتی اور یہ بات کیوں سامنے نہیں لائی جاتی کہ یہ اسکینڈل ان ڈاکٹروں کے علم میں کیسے آیا اور وہ اس کا انکشاف کرنے کے قابل کس طرح ہوئے؟

جن پولیس افسروں نے سب سے پہلے برآمد ہونے والے بلیو پرنٹ دیکھے انہوں نے ضلعی انتظامیہ کے ارکان کے بلیو پرنٹ غائب کر دیے ہیں شہر کے بعض متمول گھرانوں کی جو شخصیات اس اسکینڈل میں ملوث تھیں ان کے بلیو پرنٹ "ٹک ملکا" کی نذر ہو گئے ہیں اور اب بتایا جا رہا ہے کہ پولیس کے پاس صرف گیارہ برآمد شدہ کیسٹ موجود ہیں اور ان میں سے بھی بلیو پرنٹ صرف پانچ ہیں بلیو پرنٹ اسکینڈل کا انکشاف ہونے کے بعد سب سے پہلے تھانہ سول لائن کے ایس ایچ او ریاض برکت سندھو کی طرف سے بعض اخبارات

اس اسکینڈل میں فیصل آباد کے معروف ایم۔ این۔ اے کا لڑکا جو حالیہ ضمنی الیکشن میں آئی۔ جے۔ آئی کے ٹکٹ پر کامیاب ہوا ہے، ملوث ہے!

کو بتایا گیا تھا کہ برآمد ہونے والے ۲۷ کیسٹ میں شہر کے بعض گھرانوں کی خواتین اور بعض اعلیٰ افسران بھی ہیں اس کے بعد تفتیش ریاض برکت سندھو کے پاس نہیں رہ سکی۔ کچھ عرصہ بعد ایس ایچ او تھانہ سرگودھا روڈ کے پاس منتقل کر دی گئی جب کہ عملی طور پر تفتیش اے ایس پی (سٹی) کے پاس منتقل کر دی گئی ہے گزشتہ روز ایس پی (سٹی) کی رہائش گاہ پر ڈکیتی کی واردات کرنے کی کوشش بھی کی گئی اور اس سلسلہ میں اسکینڈل کے چند کرداروں کے خلاف مقدمہ درج ہو چکا ہے اور بعض گرفتاریاں بھی کی جا چکی ہیں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایس پی (سٹی) کی رہائش گاہ پر ڈکیتی کی واردات ایک ڈرامہ تھی اور ڈرامے کے ذریعے پولیس بلیو پرنٹ اسکینڈل کے ان کرداروں کو پکڑنا چاہتی ہے جن کی ضمانت قبل از گرفتاری منظور ہو چکی تھی جب کہ بعض لوگ سوال کر رہے ہیں کہ ڈکیتی کرنے والے ایس پی (سٹی) کی رہائش گاہ سے جو بلیو پرنٹ لے جانا چاہتے تھے وہ کس کے بلیو پرنٹ تھے کیا بلیو پرنٹ اسکینڈل کے کچھ کیسٹ ایسے بھی ہیں جن میں ملوث افراد کو منظر عام پر لانے کی بجائے بلیک میل کیا جا رہا ہے۔

بلیو پرنٹ اسکینڈل کی تفتیش کی نگرانی کرنے والے اے ایس پی (سٹی) کے گھر پر حملہ کے نتیجے میں اسکینڈل میں ملوث بس کنڈیکٹر تحسین کوثر اور اس کی ساتھی طاہرہ شوکت کو حملہ کروانے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا ہے اس سے پہلے یہ دونوں نرسیں بلیو پرنٹ اسکینڈل میں ضمانت پر رہا ہو چکی تھیں۔ ایک نوجوان ارشد لاہوری کو بھی گرفتار کر کے شامل تفتیش کیا گیا ہے تحسین کوثر کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال سے اور طاہرہ شوکت کو شیخوپورہ سے گرفتار کیا گیا ہے جب کہ سول ہسپتال کی سابقہ نرس شگفتہ الماس کو لاہور سے گرفتار کیا گیا ہے طاہرہ یاسمین اور شمشاد پہلے ہی پولیس کی حراست میں ہیں اور ان دونوں کا جسمانی ریمانڈ حاصل کیا گیا ہے۔

طاہرہ یاسمین کے والدین نے اس کا طبی معائنہ کرانے کی اپیل کر رکھی ہے مگر پولیس نے ابھی تک اس کا طبی معائنہ نہیں کرایا۔ سول ہسپتال کی ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کمیٹی نے پی ایم اے کی ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں کمیٹی کے چیئرمین ڈاکٹر زبیر احمد، جنرل سیکرٹری قمر زماں پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن کے جنرل صدر طارق محمود اور جوائنٹ سیکرٹری محمد اصغر نے الزام عائد کیا ہے کہ اے ایس پی (سٹی) کے گھر پر حملہ کی کارروائی ایک ڈھونگ ہے کیونکہ پولیس اس حملہ کی آڑ میں بعض افراد کو گرفتار کرنا چاہتی ہے ڈاکٹروں نے الزام عائد کیا ہے کہ پولیس شہر کے بعض معززین کو بلیک میل کر رہی ہے۔

پریس کانفرنس میں یہ سوال اٹھایا گیا کہ کیا اے ایس پی (سٹی) کے گھر جا کر خطرناک نتائج کی دھمکیاں دی جا سکتی ہیں انہوں نے کہا کہ کسی اعلیٰ پولیس افسر کی رہائش گاہ پر جا کر ایسی دھمکیاں دینے کی جرات کوئی بے

> **پولیس نے بلیو پرنٹ اسکینڈل میں دہشت زیادہ پھیلائی کارکردگی کا مظاہرہ کم کیا۔**

وقوف کر سکتا ہے۔ اس وقت تک پولیس نے بلیو پرنٹ اسکینڈل کے سلسلہ میں دہشت زیادہ پھیلائی ہے اور کارکردگی کا مظاہرہ کم کیا گیا ہے ابتدائی مرحلے پر شہر کی جن نامی گرامی شخصیات اور ضلعی انتظامیہ کے جن نئے اور پرانے اعلیٰ افسروں کے اس اسکینڈل میں ملوث ہونے کی خبر سنائی گئی تھی۔ ان میں سے کسی کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔ ارشد لاہوری نام کے جس نوجوان کو اب گرفتار کیا گیا ہے وہ کوئی معروف شخصیت نہیں ہے سول ہسپتال کے ڈاکٹروں کی طرف سے اس اسکینڈل کو چند نرسوں کے ذاتی افعال اور شہر کے بعض عیاش عناصر کے گھناؤنے کردار کا شاخسانہ قرار دے کر نرسنگ کے مقدس پیشے کو بدنام نہ کرنے کی اپیل کی گئی ہے اور یہ اپیل بالکل بجا طور پر کی گئی ہے کیونکہ اس وقت سول ہسپتال میں بہت کم نرسیں موجود ہیں اور جو ڈیوٹی دے رہی ہیں یا نرسنگ ہوسٹل میں اقامت پذیر ہیں ان میں بھی شدید خوف و ہراس پایا جاتا ہے یہ خوف و ہراس ان نرسوں میں اس لئے پایا جاتا ہے کہ بلیو پرنٹ کے مرکزی کردار ضیاء اللہ نے پولیس کے پاس بیان دیا ہے کہ سول ہسپتال کی دو درجن سے زائد نرسوں کے ساتھ اس کے تعلقات رہے ہیں ان میں سے بیشتر کی بلیو پرنٹ فلمیں بھی بنائی گئی ہیں ممکن ہے کچھ لڑکیاں ضیاء اللہ کے دام فریب میں آ کر اس کے ہاتھوں آبرو بھی لٹا چکی ہوں۔ اور ان کے بلیو پرنٹ بھی پولیس کے پاس ہوں۔ جن سٹاف نرسوں کے بلیو پرنٹ صرف بلیو پرنٹ اسکینڈل کے مرکزی کرداروں کے ساتھ ہیں اگر ان کو مشتہر نہ کیا جائے تو یہ یقیناً ظلم کا شکار ہونے والی لڑکیوں کے ساتھ ایک نیکی ہو گی بلیو پرنٹ اسکینڈل کی تفتیش ابھی پولیس کر رہی ہے وزیر اعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں نے فیصل آباد میں بلیو پرنٹ اسکینڈل کی رپورٹ کمشنر سے طلب کر لی ہے تاکہ وہ اہم شخصیات جو بلیو پرنٹ اسکینڈل میں ملوث ہیں ان پر عیاں ہو سکیں دریں اثنا فیصل آباد کی سماجی و مذہبی اور سیاسی تنظیموں کا احتجاج اس اسکینڈل کے خلاف جاری ہے جمعیت علماء پاکستان کے ڈویژنل صدر صوفی عبداللطیف بجار ایڈووکیٹ، ناظم اعلیٰ قاری غلام رسول ایم اے ضلعی صدر، پیر انوار حسین قادری، حاجی خوشی محمد فیض ناز، ابوالخیر محمد اسماعیل قادری، شبیر احمد سلطان خالق جاوید نورانی نے بھی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ بلیو پرنٹ اسکینڈل میں ملوث اہم شخصیات کو منظر عام پر لایا جائے اور حدود آرڈیننس زنا کا کیس چلا کر قرار واقعی سزا دی جائے۔

اقوال زریں

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا میں آپ کے ضمیر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے (قائد اعظمؒ)

اپنا وقت دوسروں کی تحریروں کے مطالعے سے اپنی لیاقت بڑھانے میں صرف کرو۔ اس طرح تم ان چیزوں کو نہایت آسانی سے حاصل کر سکو گے جن کو حاصل کرنے میں دوسروں کی محنت شاقہ برداشت کرنی پڑی۔ (سقراط)

اگر یہ چاہو کہ تمہارے مرنے کے بعد لوگ تم کو بھول نہ جائیں تو کچھ ایسی باتیں لکھو جو پڑھی جائیں یا ایسا کام کرو جو لکھنے کے قابل ہو۔ (فرینکلن)

جس چیز کا علم نہیں اسے مت کہو، جس چیز کی ضرورت نہیں اس کی جستجو نہ کرو، جو راستہ معلوم نہ ہو اس پر سفر نہ کرو۔ (سقراط)

احوال کے
سالانہ خریدار بن جائیے

اگر آپ اب تک ہفت روزہ "احوال" کے سالانہ خریدار نہیں ہیں تو نیچے دیئے ہوئے ٹوکن کے ساتھ مبلغ **تین سو روپیہ** بذریعہ چیک / منی آرڈر / پے آرڈر / نقد بنام "احوال ویکلی"، کراچی، ۶۱۲۔ ریجنسی مال (ریونی شاپنگ سینٹر) شاہراہِ عراق۔ صدر، کراچی کے پتہ پر بھیج کر سالانہ خریدار بن جائیے۔ تاکہ آپ کو ایک سال تک آپ کے دیئے ہوئے پتہ پر ہر ہفتہ رسالہ مل سکے۔

۶۱۲۔ ریجنسی مال (ریونی شاپنگ سینٹر)

شاہراہِ عراق۔ صدر، کراچی۔

جنابِ عالی۔ براہِ مہربانی ہفت روزہ احوال کی سالانہ خریداری کی بابت میری ہدایات قبول کیجئے۔

خریدار کا نام ______

پتہ ______

فون نمبر ______ ٹیلکس نمبر ______ فیکس نمبر ______

اس فارم کے ہمراہ میں مبلغ ...... روپیہ کا چیک / پے آرڈر / منی آرڈر یا نقد بنام میسرز "احوال ویکلی" کراچی.. برائے سالانہ خریداری منسلک کر رہا ہوں۔

دفتری کارروائی کے لئے

رسید نمبر ______ تاریخ ______

ضروری یادداشت: ہدایت: ______

بھارت میں ہٹلر پیدا ہو گیا

ایم جے اکبر

یہ فرقہ وارانہ فسادات بنیادی طور پر ۱۹۴۷ء-۱۹۳۶ء کا آئینہ ہیں۔ پوری صدی فسادات ہوئے ہیں۔ آزادی کے بعد بدترین فسادات ہوئے ہیں۔ ان فسادات کے کئی اسباب ہیں۔ تاریخ نے ہمیشہ زیریں رو کے طور پر کام کیا ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مخاصمت اور دشمنی کو فروغ دیا ہے اس کے اقتصادی اسباب بھی رہے ہیں۔ بازار میں مقابلہ نے غصہ پیدا کیا ہے۔ اس غصہ کو شرارتی عناصر فسادکی صورت حال میں بدل دیتے ہیں جس میں کاروباری سرگرمیاں جان بوجھ کر کم کردی جاتی ہیں لیکن گزشتہ ڈیڑھ سال میں جس تازہ ترین صورت حال سے ہم دو چار ہوئے ہیں اسے سیاسی مرحلہ سے تعبیر کیا جانا چاہئے یہ فسادات ایک خاص مقصد کے لئے کرائے گئے ہیں۔ ایک وسیع تر سازش کا یہ ایک بڑا حصہ ہیں۔ اس سازش کا مقصد ہندوستان کو سیکولر ڈیموکریسی سے ہندو راشٹر میں تبدیل کرنا ہے۔ اڈوانی نے جو منصوبہ بنایا ہے۔ غالباً اس میں ہم موجود تو رہیں گے مگر ہمارے پاس سیکولرازم نہ ہوگا۔ ان کے خیال میں صرف ہندو کا نظریہ ہی اس برصغیر میں چل سکتا ہے انہوں نے یہ مہم ہندوستان کو بہت سی سطحوں پر تبدیل کر کے رکھ دینے کے لئے چلائی ہے۔ ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم ان تمام سطحوں کا ادراک حاصل کریں۔

نہایت جدید ترین سطح پر اڈوانی دولتمند اور بااثر لوگوں کو جوش دلا کر اپنا ہم خیال بنا رہے ہیں یا تاریخ کو غلط رنگ میں اپنی سنجیدہ اور متاثر کن شخصیت کے ساتھ پیش کر کے ان کی آراء کو بدل رہے ہیں۔ وہ اور باجپئی اس خوفناک، زہریلی اور خون کی پیاسی تحریک میں خود کو بڑی احتیاط کے ساتھ "شریف" بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ اس ظاہری شرافت کا مقصد دہلی کے اعلیٰ طبقات

پر کلکتہ کی سرمایہ کی گدیوں کو اپنے ساتھ لینا ہے۔ اڈوانی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کی تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے پہلے اس "احترام" کو حاصل کرنا ہے جس سے فرقہ پرستی گزشتہ زائد از چار دہوں سے محروم تھی۔ اس احترام سے محرومی کے کئی اسباب تھے مگر خاص سبب مہاتما گاندھی کا قتل تھا۔ مہاتما گاندھی حقیقی ہندوستان کی نمائندگی کرتے تھے۔ عقیدہ کے ہندوستان کی نمائندگی۔ بے یقین کے ہندستان کی نہیں بلکہ یقین کے ہندوستان کی۔ مہاتما نے نہایت دانشمندی کے ساتھ ہندوستانی نفسیات کی بنیادی روح کو سیکولرازم، بھائی چارہ اور امن کی شکل دے دی تھی۔ انہوں نے رام راجیہ کی اصطلاح کو ایک ایسے سماج کے لئے استعمال کیا جس میں وہ جائز اور ناجائز تلخی ختم ہو جائے گی جو ہندوستان کی ۱۵۰۰ سال کی تاریخ میں موجود تھی یا پیدا ہو گئی تھی۔ کیا گاندھی سے بڑا کوئی اور رام بھگت تھا؟ انہوں نے رام راجیہ کو تحریک آزادی ہی کا نسخہ شفا بنایا تھا بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی نسخہ شفا بنایا تھا جن کو شاید یہ نہ معلوم ہو کہ بابری مسجد رام جنم بھومی کا آخری بڑا تنازعہ گاندھی جی کی زندگی ہی میں اٹھ کھڑا ہوا

تھا جب ان کا ستارہ اقتدار عروج پر تھا۔ یہ ۱۹۳۴ء کی بات ہے جب زبردست فرقہ وارانہ تصادم ہوا تھا اور بلوائیوں نے بابری مسجد کے اردگرد کی دیوار کو نقصان پہنچایا تھا اور صحن میں ہون کنڈ منانے کے بعد دیوتاؤں کی تصویر پینٹ کر دی تھیں اور کتبے اٹھا لئے گئے تھے۔ مسلمانوں میں مسجد کی اس بے حرمتی نے اتنی زبردست ناراضگی پیدا کر دی تھی کہ حکومت کو اپنے خرچ سے مسجد کی مرمت کرانی پڑی تھی۔ تب جا کر وقوعہ کے چند ہفتوں بعد صورت حال سنبھل سکی تھی۔ سوال یہ ہے کہ مہاتما گاندھی جیسے رام بھگت نے اس عبادت گاہ کو مسئلہ کیوں نہیں بنایا؟ مہاتما گاندھی سے زیادہ معزز اور مضبوط عقائد والا کیا کوئی دوسرا ہندو ہو سکتا ہے۔ مہاتما وہ شخص تھے جو رام کا نام جپتے ہوئے موت سے ہم کنار ہوئے مگر مہاتما کے لئے ہندو واد کوئی سیاسی ہتھیار نہ تھا جس سے وہ ملک کی کسی اقلیت کو کچلتے۔ ان کا ہندو واد حق کا مذہب تھا وہ ایل کے اڈوانی کا آتشی ہندو واد نہ تھا۔ مہاتما نے کبھی بھی رتھ پر بیٹھ کر سومناتھ سے اجودھیا تک جانے اور دس ہزار کلو میٹر لمبے راستے پر نفرت کے بیج چھڑکنے کی کوشش اس لئے نہیں کی کہ ان کی پارٹی انسانی خون کی آبیاری سے اپنی کڑوی فصل کو کاٹ سکے۔ ٹیلی ویژن کا بھلا ہو جس کے ذریعہ اس خطرناک رتھ یاترا کو روزانہ دکھایا گیا اور اڈوانی نے جن بیجوں کا چھڑکاؤ کیا تھا وہ دور دور تک پھیل گئے۔ ان لوگوں تک بھی جو شاہراہوں پر انہیں خراج تحسین ادا کرنے کے لئے نہ پہنچ سکے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ سومناتھ سے رتھ کی روانگی کے بعد پہلے ایک دو دن دوردرشن نے اسے نہیں لیا۔ بی جے پی کی جانب سے وی پی سنگھ سے سخت احتجاج کیا گیا اور اس وقت کے وزیر اعظم نے ٹیلی ویژن کے دروازے کھول دیئے پھر اڈوانی کا رتھ روز مرہ کا

معطل بن گیا۔ وی پی سنگھ کی طرف سے اڈوانی کو دی گئی اس زبردست حمایت نے اس وقت نقطہ عروج کو چھو لیا جب وہ دلی سے چلے تھے۔ نہ صرف جوش و خروش کے مناظر دکھائے گئے بلکہ اڈوانی کو مسجد توڑنے یا اس کی جگہ پر مندر تعمیر کرنے کے جواز کو پیش کرنے کے لئے نیشنل نیٹ ورک پر کافی وقت بھی دیا گیا۔ ایک جارحانہ فلسفے کی اس طرح کی زبردست پبلسٹی نے گزشتہ چالیس برسوں میں دی گئی ہر اہانت کو مات دے دی۔

دور درشن نے خطرناک رتھ یاترا کو ایک قومی اہمیت کی چیز بنا دیا اور ۳۰ اکتوبر کو اڈوانی نے جنون کی اشتعال انگیزی کو اس معراج تک پہنچا دیا جسے میں ہٹلر کے نظریئے سے تعبیر کرتا ہوں۔ ایک ماضی کے دبے ہوئے جذبے کی فخر کے ساتھ نمائش شروع ہو گئی اور جن

لوگوں کو خاموشی کے ساتھ یا خفیہ طور پر ہندو راشٹر کا ہمدرد کہا جاتا تھا وہ بھی یک بیک اس کی کھل کر حمایت کرنے لگے۔

ڈرائنگ روموں میں وہ پروپیگنڈہ پہنچ گیا جس کا مقصد ملک کے ذہن کو خراب کرنا تھا۔ لوگوں نے یہ یقین کرنا شروع کر دیا کہ مسلمانوں کو ہر بچہ پیدا کرنے کے لئے ۱۵ ہزار روپے دیئے جاتے ہیں۔ ایک شکست خوردہ ملک کو ایک نشانہ دیدیا گیا اور یہ نشانہ تھے مسلمان۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہٹلر نے شکست خوردہ جرمنی کو ایک نشانہ دیا تھا اور جو نشانہ تھے یہودی۔

یہ ایک انتہائی علامتی بات ہے کہ اڈوانی ناتھو رام گوڈسے کے جانشین ہیں جس نے ہندوستان کے تیئں اپنے فرض کو پورا کرنے کے لئے اس شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا جس نے زندگی بھر اور آخری سانس تک رام کا نام لیا۔ اس کی وجہ بھگوان رام کے سلسلے میں دو متضاد نظریات تھے۔ ایک نظریہ وہ ہے جس کی تبلیغ ایل کے اڈوانی، وشوا ہندو پریشد اور بجرنگ دل کر رہے ہیں۔ یہ بھگوان رام جنگجو ہیں اور جنگ کے رتھ پر براجمان ہیں۔ دوسرا نظریہ گاندھی جی والا تھا۔ جو ایک ایسی قوم کا معلم ہے جہاں امن و انصاف اور تمام انسانوں کے درمیان مساوات ہو۔ تاریخ میں بہت سے جنگجو ہو چکے ہیں۔ بہت سے فتح سردار گزرے ہیں جنھوں نے قوموں کو اور بڑی بڑی آبادیوں کو تباہ و برباد کیا ہے۔ انھیں اگر آج ہم یاد کرتے ہیں تو صرف خوف و دہشت کی علامتوں کے طور پر۔ لیکن اجودھیا رام کو لاتعداد صدیوں کے بعد اس لئے یاد کیا جاتا ہے کہ وہ تباہی و بربادی کی علامت نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رام راجیہ امن، باہمی دوستی اور امیر، درمیانہ طبقے کے اور غریب تمام لوگوں کے لئے ایک مثالی راجیہ تھا۔ ہمارے خوابوں کی اس مثالی سلطنت میں دودھ اور شہد کی ندیاں بہتی ہیں۔ خون کی نہیں۔ اڈوانی کے ہندو راشٹر کا گنگا جل خون کا دریا ہو گا بالخصوص مسلمانوں کے خون کا دریا۔

بی جے پی کو کئی اعتبار سے احترام کا درجہ دیا گیا۔ ان میں سب سے اہم گزشتہ سال بی جے پی سے اتحاد کر کے اسے محترم بنا تھا جس کے نتیجے میں پارلیمینٹ میں بی جے پی کی نشستوں کی تعداد ایک دم دو سے بڑھ کر ۸۶ ہو گئی۔ اپنے اتحادیوں کے ساتھ تو اس کی طاقت ۹۰ سے زیادہ ہے۔ یہ ایک فرقہ پرست پارٹی کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ خود بی جے پی کو وی پی سنگھ کی فراخ دلی پر حیرت تھی۔ درحقیقت وہ مذاق میں یہ بتلاتے کہ کس طرح انھوں نے وی پی سنگھ کے ایک محبوب نظر و درباری کے مقابلے سے اپنا ایک امیدوار ہٹا کر چار نشستیں حاصل کر لیں۔ یہ بات حیرت ناک ہے۔ اتحاد کے باوجود، ایک کے مقابلے میں ایک کے باوجود، شمال میں حکومت دشمن لہر کے باوجود اور اس حقیقت کے باوجود کہ کانگریس مخالف فضا تھی بی جے پی کو اپنی توقعات سے بھی زیادہ ووٹ ملے۔ اور ان تمام فائدوں کے باوجود بی جے پی کو پچھلے ہوئے چناؤ کے مقابلہ میں صرف تین فیصد ووٹ زیادہ ملے مگر صرف ان تین فیصد زیادہ ووٹوں نے جو کانگریس کی اندھی دشمنی میں اس کے اتحادیوں کی مدد سے اسے حاصل ہوئے اس کی نشستوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ جمہوریت میں بہرحال ووٹوں کی فیصدی شرح کی نہیں، نشستوں کی اہمیت ہوتی ہے۔ گزشتہ سال بی جے پی نے زبردست چھلانگ لگائی اس کا واحد مقصد صاحبان اقتدار کا اتحادی بننا تھا۔ مگر آج اس کے مقاصد کے متعدد پہلو ہیں۔ جب سے بی جے پی نے ۹۰ نشستیں حاصل کی ہیں اس کی منصوبہ بندی یہ ہے کہ وہ اکیلی حکمراں پارٹی بن جائے۔ اس کی حکمت عملی کا پہلا حصہ زیادہ سے زیادہ نشستیں حاصل کرنا تھا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اڈوانی نے نرمی اور بے رحمی دونوں طرح کے طریقے استعمال کئے انھوں نے مدھیہ پردیش میں یا دوسری جگہوں پر جہاں انھیں اتحادیوں کی مدد کے بغیر کامیابی حاصل کرنے کی امید تھی کچھ بھی نہیں گنوایا۔ جہاں حالات مختلف تھے۔ مثلاً گجرات میں، انھوں نے اپنا راستہ الگ چنا لیکن صرف جنتا پارٹی کی خوشی کے لئے پارٹی کے مستقبل کو [illegible] نہیں کیا جبکہ دوسری طرف جنتا دل نے اڈوانی کو خوش کرنے کے لئے سب کچھ [illegible] دیا۔

گجرات، مدھیہ پردیش کے مضبوط قلعے [illegible] حوالے کر دیئے گئے تاکہ وہ وہاں سے وہ جست دوسرے دور کے لئے آگے بڑھ سکیں۔ کیا وی پی سنگھ کو اور ان کے بائیں بازو کے اتحادیوں کو بی جے پی کے ارادوں کا علم نہیں تھا۔ کیا وہ اتنے معصوم اور بے خبر تھے؟ اور کیا وہ اتنے جاہل تھے کہ وہ بی جے پی کی قرارداوں کو اور اڈوانی کے بیانوں کو بھی نہ سمجھ سکے۔ کیا انھیں نہیں معلوم تھا کہ بی جے پی پالن پور قراردادوں کی تابع ہے۔ بی جے پی نے اپنے منصوبوں کو کبھی راز میں نہیں رکھا۔ مگر جنتا دل اور بائیں بازو کی پارٹیوں نے انھیں نظر انداز کر دیا اور یہ ظاہر کیا کہ انھیں بی جے پی کے منصوبہ بند مستقبل کا کوئی علم نہیں ہے۔ سخت حیرت کی بات ہے کہ انھیں بی جے پی کی فرقہ پرستی کا علم صرف ۲۲، ۲۳ اکتوبر کے آس پاس ان طاقتوں کی خوشلد کرتے رہنے اور کھن بازی میں مصروف رہنے کے بعد ہوا جن کو آج وہ بھوت قرار دے رہے ہیں۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا لوگ اس سیاسی جرم کو پوری طرح سمجھیں گے بھی جو گزشتہ ڈیڑھ سال کے دوران کیا گیا مگر یہ ضرور جانتا ہوں کہ تاریخ ان لوگوں کو کبھی معاف نہ کرے گی جنھوں نے ہندو بنیاد پرستی کو ہندوستان کی پارلیمینٹ میں ایک سو نشستوں کی طاقت بنا دیا۔ لیکن تاریخ کا فیصلہ تو بعد میں آئے گا۔ ہمیں تو فوری بحران کی فکر ہے اور انتہائی اہم بحران ہندو راشٹر کے ارادوں کو تکمیل کے لئے فسادات سے تعلق رکھتا ہے۔

(بشکریہ ہفت روزہ نئی دنیا، نئی دہلی)

اسلامی قومی بیت المال سے سعودی عیاشی

قاہرہ:۔ مصری اداکارہ شیران کو سعودی عرب کے شہزادہ کی پارٹی میں ایک منٹ تک بیلے ڈانس کرنے کے عوض تین ہزار ڈالر ادا کئے گئے مقامی اخبار کے مطابق اس پارٹی پر نصف ملین ڈالر خرچ آیا۔ سعودی عرب کے شہزادے کی صاحب زادی کی سالگرہ کے سلسلے میں سکندریہ میں منعقد اس پارٹی میں شیران نے ڈیڑھ لاکھ ڈالر کی رقم کمائی۔

([illegible])

پیرس:۔ شاہ فیصل کے صاحب زادے شہزادہ عبداللہ کے پیرس کے ایک فلیٹ کے فرنیچر کی نیلامی تقریباً سوا دو کروڑ روپے میں ہوئی۔ شہزادہ نے ۴۸۶۰ مربع فٹ وسیع فلیٹ اس لئے چھوڑ دیا کہ یہ ان کے خیال میں بہت چھوٹا ہے۔ چینی کا بنا ہوا ایک انگیٹھی ان ۲۳ کروڑ روپے میں فروخت ہوا۔
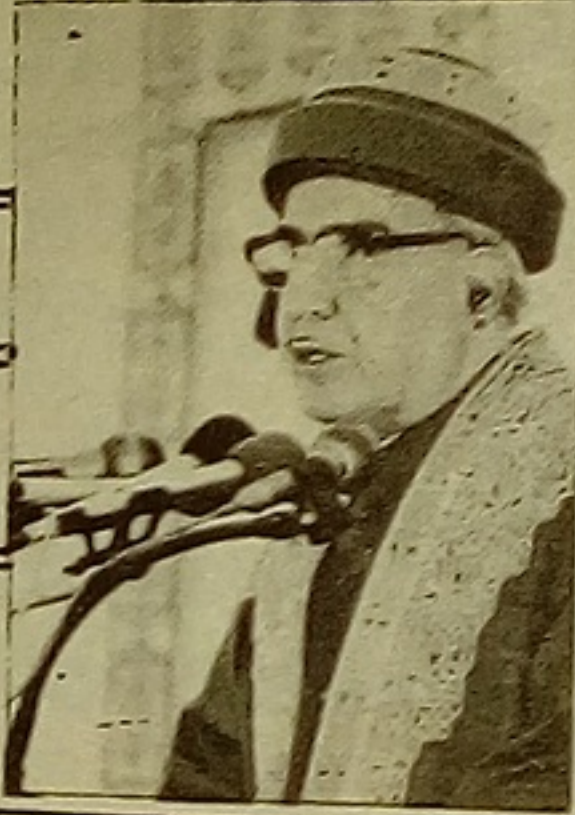
پاکستان کے سیاسی نظام میں کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہے اور اس گڑبڑ کو درست کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ایک دفعہ پھر صدر اور وزیراعظم کے درمیان اختلافات کی افواہیں گشت کر رہی ہیں۔ ممکن ہے ابھی جو کچھ ہے وہ اختلاف کی تعریف میں نہ آتا ہو۔ لیکن کچھ نہ کچھ ہے ضرور اور اسی طرح کی رائی سے پہاڑ بنتے ہیں۔

لیکن یہ کیوں ہو رہا ہے؟ کیا بیورو کریسی اپنے ہاتھ دکھا رہی ہے یا سیاسی بونے اپنی اہمیت بڑھانے کے لئے ان اختلافات کو ہوا دے رہے ہیں یا کسی خفیہ ہاتھ نے اپنے کرتب دکھانا شروع کر دیئے ہیں۔ کیونکہ غلام اسحٰق خان کی شخصیت نے ہی نواز شریف کو تحفظ فراہم کیا تھا جب کہ بے نظیر نے ضیاء الحق کی باقیات جن میں نواز شریف کا پہلا نمبر تھا ختم کرنے کا تہیہ کر لیا تھا اس کا تقاضا یہ تھا کہ نواز شریف اور غلام اسحٰق خان میں مثالی ہم آہنگی رہتی۔ میرے خیال میں فی الحال ہمیں بیورو کریسی، سیاسی بونے یا خفیہ ہاتھ کی مداخلت کے معاملہ کو اس بحث سے خارج کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ بظاہر اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ ایک وقت کا محسن اور ہمدرد دوسرے وقت میں دشمنوں کی صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ اس کھیل میں صدیوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے اور کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ لیکن ہم جیسے لوگ جو آج کے صدر اور آج کے پاکستان کے وزیراعظم کے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ یہ ضرور چاہیں گے کہ معاملہ بالغ نظری سے طے ہو۔ الجھنیں پیدا ہوں بھی تو دور ہوتی چلی جائیں۔

... ہی ہے کہ صد... کا کیا کردار ہو۔ شاید نواز

شریف کی یہ ہی خواہش نظر آتی ہے کہ صدر اپنے آپ کو زیادہ نہ ابھاریں اور بالکل یہ ہی خواہش بے نظیر کی تھی۔ بے نظیر صاحبہ اپنے تجربہ کی بنا پر ایک منتخب وزیراعظم کی نفسیاتی کیفیت کو سمجھتے ہوئے ہی گا ہے گاہے نواز شریف کو صدر غلام اسحٰق خان کے خلاف ابھارنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ ایک طرف وہ صدر کے خلاف بیانات دے رہی ہیں اور دوسری طرف وہ آٹھویں ترمیم ختم کروانے کے لئے یقین دہانیاں کروا رہی ہیں۔ اسی کے بعد ہی چند حلقوں کی طرف سے سرگوشیوں کے انداز میں یہ بات کی جا رہی ہے۔ کہ صدر صاحب کو بھارتی سیکرٹری دفاع کی رہنمائی میں آنے والے بھارتی وفد سے ملاقات کے دوران وہ کچھ نہیں کہنا چاہئے تھا جو انہوں نے کہا۔

دوست ہو یا دشمن سبھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ صدر غلام اسحٰق خان بہت تجربہ کا... ان کا انداز گفتگو متاثر کن ہے اور ان کو صحیح ... ...تب پر قدرت ہے اور سب سے بڑی ترقی

وقت پر بات کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ ان کے انداز اور تجربہ کا فی الحال کوئی نعم البدل نظر نہیں آتا۔ اس لئے بدمزگی پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صدر اسحٰق کے تدبر اور ان کے تجربہ کی قوم وملک کو ہی نہیں بلکہ خود نواز شریف اور ان کی حکومت کو بھی اشد ضرورت ہے۔ پنجاب کا وزیراعلیٰ ہونا۔ جس میں ان کو صدر پاکستان اور دوسرے اداروں کا تحفظ حاصل تھا اور بات تھی اور وزیراعظم ہونا اور بات ہے۔ وزیراعظم ہو جانے کے بعد کسی کی مقبولیت میں ہر لحہ کمی واقع ہوتی رہتی ہے۔ ہر طرح کی کھینچا تانی، ہر طرح کے مفادات، قومی وبین الاقوامی، وزیراعظم کے خلاف روبہ عمل رہتے ہیں۔ اس طرف توجہ دیئے بغیر کہ صدر اور وزیراعظم میں سے کون زیادہ طاقتور ہے۔ صدر اور وزیراعظم کا مشترکہ لائحہ عمل قوم وملک کے مفاد میں ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ خود وزیراعظم کو پہنچے گا۔

رہا مسئلہ آٹھویں ترمیم کا۔ جو صدر مملکت کو کچھ خصوصی اختیارات سے نوازتی ہے اور جس کی وجہ سے صدر حکومت کو چیک کر سکتے ہیں اور ... طور سے ... حکومت صحیح طور پر کام نہ کر رہی ہو۔ تو اس کو بر

طرف کرنے کے اختیارات استعمال کر سکتے ہیں۔ نواز شریف کو اسی ترمیم سے فائدہ ہوا اور اس ہی کی وجہ سے وہ وزیر اعظم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ورنہ حالات دوسرا رخ اختیار کر لیتے۔ ۱۹۷۳ء کے دستور کے بعد مارشل لاء نافذ ہوا اور آٹھویں ترمیم کے پاس ہونے کے بعد دو مرتبہ اختیارات استعمال ہوئے۔ ایک دفعہ صدر ضیاء الحق نے ان اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے جونیجو کی حکومت برخاست کی۔ جس پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ انہوں نے اپنے اختیارات کا غلط استعمال کیا۔ دوسری مرتبہ صدر غلام اسحاق خان صاحب نے ان ہی اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو بے نظیر حکومت بمعہ اس وقت کی اسمبلی کو برخاست کیا۔ یہ فیصلہ تاحال غلط ثابت نہیں ہوا ہے۔ کچھ بھی ہو ان فیصلوں کی وجہ سے مارشل لاء کی حوصلہ شکنی بھی ہوئی ہے۔ اگر ایسا بھی ہے تو بھی غنیمت ہے۔ قومیں بتدریج ارتقائی منازل طے کرتی ہیں۔ میرے خیال میں آٹھویں ترمیم جو اختیارات صدر مملکت کو دیتی ہے جس سے وہ حکومت کی کارکردگی کو چیک کرتا ہے بہرحال بحال رہنی چاہئے۔ اس وقت کے لئے جب تک اس کا غلط استعمال بار بار نہ ہو یا بدنیتی سے نہ ہو۔ اس وقت تک اس تلوار کا حکومت وقت کے سر پر لٹکتے رہنا قوم ملک کے عین مفاد میں ہے۔ جو مارشل لاء کے آنے کی راہ کو بھی روکتی ہے اور حکومت کو بھی راہ راست پر رکھتی ہے۔ ہر صاحب ہوش اس بات سے اتفاق کرے گا کہ اگر صدر مملکت اپنے اختیارات استعمال نہ کرتے تو بہت خون خرابہ ہوتا اور ملک کسی بڑے المیہ سے دوچار ہو سکتا تھا۔

نواز شریف کے حلقے یہ خیال کرتے ہیں کہ بے نظیر سے مخاصمت اب نہ بڑھائی جائے اور کوئی راہ ملنے کی رکھیں اور کسی نہ کسی طرح انہیں رام کرنے کی کوشش کریں کہ وہ موجودہ نظام کو قبول کر لیں۔ لیکن میرے خیال میں ایسا سوچنے والے غلطی کر رہے ہیں کیونکہ بے نظیر انتقام کے ماحول میں پروان چڑھی ہیں۔ جاگیردارانہ پس منظر کی وجہ سے انتقام تو ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہی ہے اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ بھٹو کے پھانسی دیئے جانے پر وہ مسلسل انتقام کو اپنے اندر پروان چڑھاتی رہی ہیں۔ وہ کیونکر رام ہو سکتی ہیں وہ تو اس وقت بھی رام نہ ہو سکیں جب اقتدار تک ان کے حوالے کر دیا گیا تھا اور جب صبح و شام اٹھتے بیٹھتے سیلوٹ کیا جاتا تھا۔ نواز شریف کے مقابلے میں صدر غلام اسحاق خان کو اپنا دشمن نمبر ایک سمجھتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ ان ہی کی وجہ سے وہ نواز شریف پر قابو نہ پا سکیں اور غلام اسحاق خان ان کی راہ میں اصل رکاوٹ ثابت ہوئے۔ بے نظیر اپنے دشمنوں کو پہچانتی ہیں اور نواز شریف اپنے دوستوں کے معاملے میں تذبذب کا شکار ہیں۔ میرے خیال میں نواز شریف جیسے حساب کتاب کے ماہر کے لئے یہ اچھا سودا نہیں ہے۔ ان کو یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے۔ کہ پاکستان میں تاحال عوام کی حمایت کے ساتھ ساتھ معاملات اور عناصر کو ساتھ لے کر ہی حکومت چلائی جا سکتی ہے۔ آئی جے آئی کو مضبوط اور قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس حریف کا خطرہ برقرار رہے۔ جس کی وجہ سے اس کی نمو ہوئی ہے۔ کسی بھی غلطی کی صورت میں نواز شریف کے آئی جے آئی میں مخالف ارکان کی صدر مملکت اور چیف آف آرمی سٹاف سے ملاقاتیں بڑھیں گی۔ صدر صاحب سے ہمیں یہ ہی کہنا ہے سیاست اور اقتدار کا کھیل دانشمندی سے نہ کھیلا گیا تو سارا نظام دھڑام سے گر پڑے گا۔

آخر میں ہم سب کی توجہ اس طرف دلائیں گے کہ اگر تمام احتیاط اور دانشمندی کے باوجود اختلافات بڑھیں۔ انتشار پھیلے۔ جونیجو اور بے نظیر کے بعد کسی اور کے بننے کا کھیل آگے بڑھے تو سمجھ لینا چاہئے کہ کسی خفیہ ہاتھ کے ماسٹر پلان کے پٹارے میں ابھی کئی واقعات حادثات باقی ہیں۔ اس لئے نواز شریف اور صدر اسحاق خان کو بتائے باہمی کے سادہ سے اصول کو اپنانا چاہئے پی پی سے بھی تھوڑی بہت ہیلو ہیلو رہنی چاہئے لیکن ان سے بہتر تعلقات آئی جے آئی میں ٹوٹ پھوٹ اور نواز شریف حکومت کے ختم ہونے کا پیش خیمہ بن سکتے ہیں بے نظیر صاحبہ سے ہم یہ کہیں گے کہ صدر اور وزیر اعظم کے درمیان اختلافات نہ پیدا کریں ورنہ یہ ہی سمجھا جائے گا کہ وہ انجانی وجوہات کی بناء یا کم از کم انتقام کی بنیاد پر مارشل لاء لگوانے میں دلچسپی رکھتی ہیں۔

سونے کی اینٹیں

تین آدمیوں کی اثناء سفر میں تین سونے کی اینٹیں ملیں تینوں نے خوشی خوشی ایک ایک لے لی۔ پھر ایک ان میں سے ایک قریبی گاؤں میں کھانا لینے کے لئے گیا اس کی نیت بدلی، اور سوچا کہ کھانے میں زہر ملا کر لے چلوں میرے دونوں ساتھی کھائیں گے اور مر جائیں گے تو تینوں اینٹیں میری ہو جائیں گی، چنانچہ وہ زہر آلود کھانا لیکر آیا ادھر ان دونوں نے آپس میں یہ مشورہ طے کر رکھا تھا کہ وہ کھانا لے کر آئے تو ہم دونوں اسے قتل کر دیں تاکہ تینوں اینٹیں ہم دونوں کے حصہ میں آئیں چنانچہ اس کے کھانا لاتے ہی یہ دونوں اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے قتل کر دیا اور پھر فارغ ہو کر اس کا لایا

ہوا کھانا کھایا تو خود بھی دونوں مر گئے اور اینٹیں وہاں کی وہاں دھری رہ گئیں۔ (سچی حکایات)
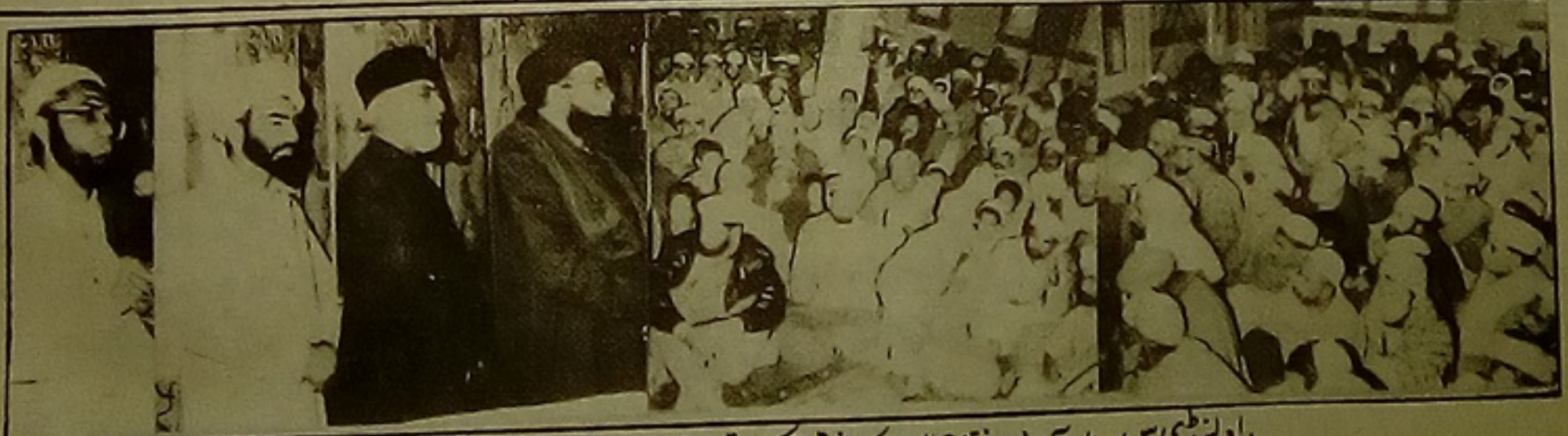
راولپنڈی میں مدرسہ آصفیہ مفتاح العلوم کے افتتاح کے موقع پر قائد جمعیت مولانا شاہ احمد نورانی، جنرل ایم ایچ انصاری سردار محمد خان لغاری اور دارالعلوم کے بانی صاحبزادہ محمد مظہر ملتانی جلسہ سے خطاب کر رہے ہیں
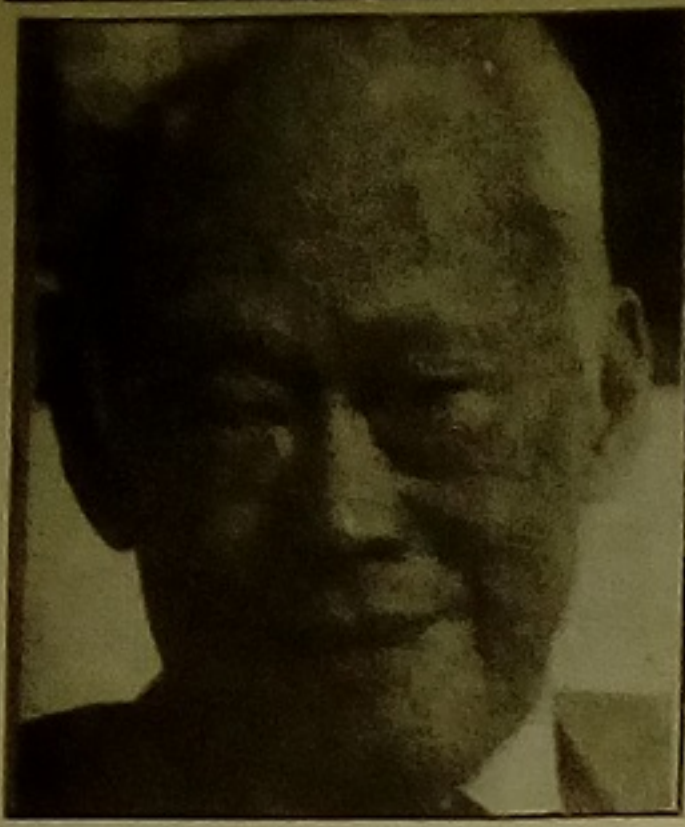
۲۵ سال میں سنگاپور
غریب سے خوشحال ملک بن گیا

پچھلے دنوں سنگاپور کے ۶۷ سالہ بابائے قوم لی کوان یو جنھوں نے ۳۱ سال تک حکومت کی اپنے عہدے سے دست بردار ہو گئے اور ان کی جگہ ایک انہی کے رفیق گوہ چوک ٹونگ نے سنبھال لی۔ لی کوان یو کے ۳۱ سالہ دور میں سنگاپور نے بہت تیز ترقی کی اور ایک مختصر عرصے میں سنگاپور دنیا کی بڑی اقتصادی منڈیوں میں شمار ہونے لگا ہے۔ گو کہ سنگاپور کے عوام کو اپنی اس ترقی

ناظر محمود

کے لئے سخت محنت اور لگن سے کام لینا پڑا لیکن اس کے باوجود لی کوان یو کے غیر معمولی کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ سنگاپور کے موجودہ حالات کا ذکر کرنے سے قبل آیئے سنگاپور کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔

سنگاپور کی معلوم تاریخ ۱۲ ویں صدی سے شروع ہوتی ہے جب سری وجایا (Sirivijaya) سلطنت جو انڈونیشیا اور ملائیشیا کی تین بڑی بدھ سلطنتوں میں سے ایک تھی نے موجودہ سنگاپور کے جزیرے پر تماسیک (Tumasek) نامی شہر کی بنیاد رکھی۔ تماسیک کا مطلب تھا "سمندری گاؤں" اس شہر کے ابتدائی رہنے والے مچھیرے تھے۔ ایک روایت کے مطابق کسی شہزادے نے اس شہر میں ایک جانور دیکھا جسے سنگا (شیر) کہتے تھے۔ اسی شہزادے نے اس شہر کا نام سنگاپور رکھا یعنی شیروں کا شہر۔ واضح رہے کہ بھارت میں بھی لفظ سنگھ کے معنی شیر کے لئے جاتے ہیں۔ پھر اس شہر میں بحری قزاق آباد ہونے لگے جو ملاکا کے سمندروں میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے۔ جب یہ لوٹ مار زیادہ بڑھی تو قریبی سلطنت ماجاپاہت کے جہازوں پر بھی حملے شروع کر دیئے گئے۔ ۱۳۶۵ء سے ۱۳۷۷ء کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئی اور بالآخر ۱۳۷۷ء میں جاوا کی سلطنت نے اس شہر پر قبضہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ تماسیک کا نام ختم ہو گیا اور اس کے بعد آباد ہونے والا شہر سنگاپور ہی کہلایا۔

یہاں یورپی ورود ۱۵۱۱ء میں شروع ہوا۔ پہلے پرتگالی اور ولندیزی آئے اور آخر میں برطانوی جنوں

لی کوان یو
دنیا میں سب سے طویل
عرصہ تک وزارتِ عظمیٰ
پر فائز رہے!

نے اس خطے میں اپنی پوزیشن خاصی مستحکم کر لی۔ اس وقت یہاں کی برطانوی فوجیں بھی ہندوستان میں برطانوی گورنر جنرل کے ماتحت ہوتی تھیں۔ برطانوی فوجوں کے کمانڈر ریفلز کا خیال تھا کہ ولندیزیوں کا مقابلہ کرنے کیلئے اس خطے میں کوئی مستقل مقام حاصل کرنا بڑا ضروری ہے۔ بالآخر ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ہیسٹنگز نے ریفلز کو سنگاپور میں ٹھکانہ حاصل کرنے کی اجازت دے دی۔ ریفلز نے سنگاپور کے حکمران سے ایک کثیر رقم کی سالانہ ادائیگی کے بدلے وہاں برطانوی فوجوں کے لئے اڈہ حاصل کر لیا اور میجر فرقوہر (Farqahur) کو سنگاپور میں پہلا ریزیڈنٹ بنایا گیا صرف چھ مہینے میں سنگاپور ایک خوشحال بستی میں بدل گیا اور اس کی آبادی ۱۵۰ سے بڑھ کر ۵۰۰۰ ہو گئی۔

سنگاپور انگریزوں کے تجارتی راستے پر حکمت عملی کے لحاظ سے اہم اور منافع بخش ثابت ہوا۔ ولندیزیوں سے کچھ جھڑپوں کے بعد ۱۸۲۴ء کے برطانوی ولندیزی معاہدے کے ذریعے سنگاپور رسمی طور پر برطانیہ کے حوالے کر دیا گیا۔ ریفلز نے سنگاپور کے شہر کو آباد کیا اور یہاں عدالتیں، اسکول وغیرہ کھولے ملاکا کے سلطان حسین کے ساتھ معاہدے کے بعد تو سنگاپور پوری طرح انگریزوں کے اختیار میں آ گیا۔ ۱۸۲۶ء میں سنگاپور کو تاج برطانیہ کی نو آبادی قرار دے دیا گیا اور اس پورے مشرق بعید میں سنگاپور مرکزی اہمیت اختیار کر گیا۔ ملاکا اور سنگاپور متحد ہونے کے بعد ۱۸۳۲ء میں سنگاپور کو اس کا نیا دارلحکومت بنا دیا گیا۔ انگریزوں نے بحری قزاقوں سے بھی نجات حاصل کر لی اور یہاں کا انتظام کلکتہ میں مقیم برطانوی گورنر جنرل کے تحت ہی رہا۔

جلد ہی برطانوی تاجروں نے یہ شکایت شروع کر دی کہ کلکتہ بہت دور ہے اور انہیں سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس نو آبادی پر کیسے حکومت کی جائے۔ ۱۸۵۸ء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کا اپنی مقبوضات پر اختیار کم ہو گیا تو برطانوی حکومت نے اقتدار سنبھال لیا۔ ۱۸۶۸ء میں سنگاپور لندن میں قائم نو آبادیاتی دفتر کے تحت آ گیا اور اس طرح سنگاپور ہندوستان سے الگ ہو کر تاج برطانیہ کی کالونی بنا۔ ۱۸۶۹ء میں نہر سویز کے کھلنے سے سنگاپور یورپی تاجروں کے لئے مزید اہمیت اختیار کر گیا۔ ۱۸۷۱ء میں ٹیلی گراف سنگاپور پہنچا اور یورپی اقوام کی مشرق میں دلچسپی بھی بڑھ گئی۔ بیسویں صدی کے ابتدائی چار عشروں میں سنگاپور جنوب مشرقی ایشیا میں ایک

تھم برطانوی بحری قوت کے طور پر پروان چڑھا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران ۱۵ فروری ۱۹۴۲ء کو جاپان نے سنگاپور پر قبضہ کر لیا۔ ملائیشیا کی قوم پرست تنظیمیں ۱۹۳۰ء کی دہائی میں ہی قائم ہونا شروع ہو گئیں تھیں اور سنگاپور میں بھی یہ عمل شروع ہو چکا تھا۔ ستمبر ۱۹۴۵ء میں برطانوی فوجوں نے ملایا کو آزاد کرایا تو ایک ملایان یونین بنائی گئی مگر سنگاپور کو اس یونین میں شامل نہیں کیا گیا اور یہ تاج برطانیہ کی ہی نوآبادی رہا۔

سنگاپور اور ملایان یونین ایک گورنر جنرل کے تحت آئے تھے۔ جن کا پہلا گورنر سر ملکم میکڈونلڈ تھا۔ ۱۹۴۸ء میں سنگاپور کی مجلس قانون ساز کے انتخابات ہوئے اور جس میں سے چھ ارکان مقامی لوگوں کو منتخب کرنے کی اجازت دی گئی۔ مگر پھر بھی مقامی لوگ حکومت میں مزید حصے کے مطالبات کرتے رہے۔ ۱۹۵۵ء میں مقامی لوگوں کو بتیس میں سے ۲۵ ارکان کو منتخب کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس سے انہیں منتخب اکثریت حاصل ہو گئی۔ ایک نئی مجلس وزارت تشکیل دی گئی جس میں تین یورپی اور چھ ایشیائی وزیر تھے۔ جن دو سیاسی جماعتوں نے انتخابات میں حصہ لیا وہ ڈیوڈ مارشل کی محاذ لیبر اور یو ایم این او، ایم سی اے اتحاد تھیں۔

محاذ لیبر نے بتیس میں سے دس نشستیں حاصل کیں اور اتحاد کے ساتھ مل کر نئی حکومت سنگاپور تشکیل دی۔ ڈیوڈ مارشل وزیر اعلیٰ بن گیا اس کے بعد انہوں نے سیلف گورنمنٹ کے حصول کے لئے لندن کا دورہ کیا جو ناکام رہا۔ ڈیوڈ مارشل کے استعفیٰ کے بعد لم یوہاک نے وزیر اعلیٰ کے طور پر ان کی جگہ لی۔ سنگاپور کو نیا آئین دینے کے برطانوی وعدے کے بعد ۱۹۵۹ء میں عام انتخابات ہوئے جن سے برطانوی اختیار صرف امور خارجہ اور دفاع تک محدود ہو گیا اور سنگاپور کسی حد تک خود مختار ہو گیا۔ ان انتخابات میں پیپلز ایکشن پارٹی نے قانون ساز اسمبلی کی اکیاون نشستوں میں سے چھیالیس نشستیں حاصل کیں۔ سنگاپور کا نام اسٹیٹ آف سنگاپور ہو گیا۔ اور سربراہ مملکت یوسف بن اسحاق بنے اور وزیر اعظم پیپلز ایکشن پارٹی کے لی کوان یو منتخب ہوئے۔ لی کوان یو پیپلز ایکشن پارٹی کے سیکریٹری جنرل تھے جو اس جزیرے کی سب سے زیادہ بااثر جماعت تھی۔

۱۹۶۱ء میں تنکو عبدالرحمن نے فیڈریشن آف ملائیشیا کا منصوبہ پیش کیا جس میں سنگاپور، ملایا اور برطانوی نوآبادیاں سراواک اور صباح شامل ہونی تھیں۔ سنگاپور، سراواک اور صباح بہت چھوٹے اور کمزور علاقے تھے مگر برطانیہ نے سنگاپور کو مجبور کیا کہ وہ فیڈریشن آف ملائیشیا میں شامل ہو جائے۔ یہ فیڈریشن سنگاپور کے تجارتی مفادات کے خلاف تھی کیونکہ انڈونیشیا اور ملایا کے درمیان دشمنی کی وجہ سے سنگاپور کی بندرگاہ کو انڈونیشیا کے جہازوں کے لئے بند کر دیا گیا تھا۔ ستمبر ۱۹۶۳ء میں سنگاپور فیڈریشن میں شامل ہو تو گیا مگر اس سے اس کے سیاسی حقوق بھی متاثر ہوئے۔ بڑھتے ہوئے تضادات نے دو بڑے نسلی گروہوں چینیوں اور ملایوں کو متصادم کر دیا۔

دونوں گروہوں کے درمیان سینکڑوں تصادم ہوئے جن کے نتیجے میں بے شمار افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔ کشیدگی مزید بڑھنے کی وجہ سے اگست ۱۹۶۵ء میں سنگاپور نے فیڈریشن سے علیحدگی اختیار کر لی اور برطانیہ نے اسے آزاد مملکت کے طور پر تسلیم کر لیا۔

> **۱۸۲۶ء میں**
> **سنگاپور کو برطانیہ کی**
> **نوآبادی**
> **قرار دیا گیا تھا۔**

اس وقت سے سنگاپور کا نام جمہوریہ سنگاپور ہے۔

لی کوان یو نے سنگاپور پر جاپانی قبضے کے دوران ایک جاپانی خبر رساں ادارے میں مترجم کے طور پر کام کیا تھا اور غالباً ان کے جاپانیوں کے ساتھ کام کا تجربہ ان کے لئے بہت کار آمد ثابت ہوا اور اس کے بعد ہی وہ سیاست میں داخل ہوئے۔ وہ اپنے سیاست میں آنے کا سرا جاپانیوں کے سر باندھتے ہیں۔ جنگ کے بعد لی کوان یو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے جہاں انہوں نے کیمبرج سے قانون کی اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔ واپس آکر انہوں نے برطانوی تسلط کے خلاف جدوجہد شروع کی اور بائیں بازو کے محنت کش طبقے میں استعمار دشمن نظریات پھیلائے۔ انہوں نے پہلے ایک قانون دان کے طور پر اور پھر ایک قانون ساز کے طور پر خاصا کام کیا۔ لندن میں انہیں ایک خطرناک آدمی سمجھا جاتا تھا۔

لی کوان یو نے دنیا میں سب سے طویل عرصے تک وزارت عظمیٰ سنبھالی اور ۱۹۶۵ء میں ایک غریب اور نو آزاد ملک کو آج ایک خوشحال ترین ملک بنا دیا ہے۔

۱۹۵۹ء کے بعد سے اب تک لی کوان یو کی قیادت میں پیپلز ایکشن پارٹی نے متواتر انتخابات جیتے ہیں۔ سنگاپور نے شروع میں اس خطے میں امریکی قتل و حمل کے ... خاصا تعاون کیا مگر پھر اس کی پالیسی خاصی غیر جانبدار ہو گئی۔ تھائی لینڈ، انڈونیشیا، فلپائن اور ملائشیا کے ساتھ سنگاپور ایسوسی ایشن آف ساؤتھ ایسٹ نیشنز (آسیان) میں شامل ہے اور اس میں بیرونی مداخلت کے خلاف ہے۔

سنگاپور کی زمین کا ایک چوتھائی سے بھی کم حصہ کاشت ہوتا ہے اور اس کی زراعت، جنگلات اور ماہی گیری میں دو فیصد سے بھی کم افرادی طاقت کام کرتی ہے جبکہ افرادی طاقت کا بڑا حصہ صنعتوں سے وابستہ ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے آسیان ممالک سے بھی افرادی طاقت درآمد کی جاتی ہے جن کی تعداد لاکھوں میں ہے اور سنگاپور کی مجموعی آبادی صرف ستائیس لاکھ ہے۔ سنگاپور کی بندرگاہ بار برداری کے لحاظ سے دنیا کی چوتھی بڑی اور جنوب مشرقی ایشیا کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ یہ ایک ایسا تجارتی مرکز ہے جہاں سے پورے ملائشیا کا تین چوتھائی تجارتی سامان گزرتا ہے۔ سنگاپور کے سب سے بڑے تجارتی پارٹنر امریکہ، جاپان، سعودی عرب، ہانگ کانگ، آسٹریلیا، جرمنی اور تھائی لینڈ ہیں اور یہ ٹن اور ربر کی تجارت کا عالمی مرکز ہے۔

لی کوان یو نے اپنے دور حکومت میں تعلیم کو عام کرنے پر خاص توجہ دی اور ۱۹۶۷ء میں تعلیمی ٹیلی ویژن شروع کیا گیا جس کی مدد سے اس وقت سنگاپور کی تقریباً نوے فیصد آبادی تعلیم یافتہ ہے۔ سنگاپور کا ہر فرد کم و بیش چار زبانیں جانتا ہے جن میں چینی، ملائے، تامل اور انگریزی شامل ہیں۔ سنگاپور کی ۷۵ فیصد آبادی چینیوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ۱۵ فیصد ملائے اور ۷ فیصد ہندوستانی بھی ہیں۔

سنگاپور کے نئے وزیر اعظم گوچوک ٹونگ کی شخصیت لی کوان یو ہی کی مرہون منت ہے اور انہیں اپنے پیشرو کا تسلسل ہی سمجھا جا رہا ہے۔ ۶۷ سالہ لی کوان یو نے وزیر اعظم کا عہدہ چھوڑنے کے بعد بھی سینئر وزیر اور پارٹی کی سربراہی کا عہدہ نہیں چھوڑا ہے اور امکان اسی بات کا ہے کہ وہ ہی دراصل اقتدار کی باگ ڈور سنبھالے رہیں گے۔

پچھلی دو دہائیوں میں سنگاپور کی معیشت میں ترقی کی شرح اوسطاً ۹ فیصد سالانہ رہی ہے جو قابل رشک ہے۔ سنگاپور میں فی کس آمدنی ۱۰۵۰۰ ڈالر سالانہ ہے جو ایشیا میں جاپان اور برونائی کے بعد سب سے زیادہ ہے۔ نئے وزیر اعظم گوچوک نے پہلے نائب وزیر اعظم کے طور پر پانچ سال تک لی کوان یو کی ہدایات پر عمل کیا ہے اور وزیر اعظم بننے کے بعد انہوں نے خود کہا ہے کہ ... محسن کی پالیسیوں سے انحراف نہیں کریں گے۔ نئے

… حیثیت کے اعتبار سے ہیں اور
… سے واقف ہیں۔ سنگاپور
… سے زیادہ …
… کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کو ان
… حکومت میں سنگاپور کے عوام کو
… اور معمولی باتوں جیسے سڑک پر
… پھینکنے جیسے معمولی جرمانے عائد کر کے
… ترین شہروں کی صف میں شامل
… ہے۔

… لوگوں کو کسی حد تک آمرانہ طرز
… مطالبہ کہ انھوں نے سخت صنعتی
… کی تب اختلاف کو پنپنے نہ دیا۔ تحریر
… ان کی پالیسی کو تنقید کا
… گیا جس کی بڑی مثالیں
… رہے ہیں
… ہے۔ اب سنگاپور کے

عوام نیم آمرانہ نظام سے نکل کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں اور حکومتی
حالات میں بھی شراکت کے لئے مطلق العنان سیاست
سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے تو وزیر
اعظم نے وعدہ کیا ہے وہ عوام کی مرضی اور اتفاق رائے
سے حکومت کریں گے۔

اس کے باوجود نئے وزیر اعظم نے انٹرنل سیکورٹی
ایکٹ کا دفاع کیا ہے جس کے تحت حکومت کو یہ اختیار
حاصل ہے کہ وہ کسی کو بھی بغیر مقدمے کے قید کر سکتی
ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر نوجوانوں میں پیپلز ایکشن
پارٹی کی حیثیت میں کمی ہوئی ہے۔ ۱۹۶۸ء میں اسے
۸۴ فیصد ووٹ حاصل ہوئے تھے جن کا تناسب کم
ہوتے ہوتے ۱۹۸۸ء میں ۶۳ فیصد رہ گیا مگر پیپلز ایکشن
پارٹی نے پارلیمنٹ کی ۸۱ نشستوں میں سے کبھی بھی دو
سے زیادہ نہیں ہاریں۔ اس سے زیادہ حیران کن بات
یہ ہے کہ اتنی خوشحالی کے باوجود اگر نوجوانوں کو ترک
وطن کا موقع ملتا ہے تو وہ مغربی ممالک یا آسٹریلیا چلے
جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ پچھلے دو سالوں میں پانچ ہزار سے
زیادہ خاندان سنگاپور سے نقل مکانی کر گئے ہیں۔ یہی
حال ہانگ کانگ کے عوام کا ہے جو ۱۹۹۷ء سے قبل
نکل جانا چاہتے ہیں تاکہ جب ہانگ کانگ چینی حکومت
کے اختیار میں آئے تو وہ ہانگ کانگ میں نہ ہوں۔

سنگاپور کے نئے وزیر اعظم اپنے ہمسایوں سے اتحاد
کے خواہشمند ہیں مگر صرف ملائیشیا کو وہ اتحاد قائم
کرنا نہیں چاہتے جو انڈونیشیا کا مخالف تھا بلکہ وہ انڈونیشیا
کو بھی اس اتحاد میں شامل کرنا چاہتے ہیں تاکہ سنگاپور کی
جدید ترین ٹیکنالوجی اس کے ہمسایوں کے قدرتی وسائل
اور افرادی طاقت کے ساتھ مل کر پورے خطے کو خوشحال
بنا دے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ سنگاپور اس کوشش میں
کب کامیاب ہوتا ہے۔

○

خبر انجمن طلباء اسلام

… نے کہا انجمن کا ہر ساتھی آج پوری دنیا میں عالم اسلام
میں محبت پیدا کرنے کے لئے اور اسلام کا جھنڈا بلند
رکھنے کے لئے کمر بستہ ہو کر میدان عمل میں ہے۔ انھوں نے
کہا کہ آج مسلمان ہر طرف خراب ہو رہے ہیں کشمیر
میں انھی مسلمان عورتوں کی عصمتیں لوٹی جا رہی
ہیں۔ … بچوں کو گولیوں کا
نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ لیکن افسوس کہ آج ہمارے
حکمران سو رہے ہیں۔ دو مسلمان طاقتوں کا مسئلہ پیدا ہوا
تو حکمرانوں کو چاہئے تھا کہ ان میں صلح کرا دیتے لیکن
انھوں نے یہودیوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو تباہ کرنا
چاہتے ہیں انھوں نے کہا کہ آج بھی وہ لوگ میر جعفر اور
میر صادق کا کردار ادا کرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ انشاء
اللہ عوام انھیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔

جمعیت علماء پاکستان ضلع اٹک کے راہنما سابق
صوبائی امیدوار PP 15 حلقہ غلام قادر نے خطاب
کرتے ہوئے کہا کہ آج کے اس احتجاجی مظاہرے نے
ثابت کر دیا ہے کہ عالم اسلام میں اگر کوئی مسلمانوں کا
لیڈر ہے تو وہ صرف اور صرف صدام حسین ہے صدام
حسین نے اسرائیل کو للکار کر عالم اسلام کی لاج رکھ لی
ہے۔ انھوں نے کہا کہ وہ … حکمرانوں نے امریکہ کو
خوش کرنے کے لئے پاکستانی افواج [illegible]
خانہ کعبہ کی حفاظت کے نام پر سعودی عرب افواج کی
خوشنودی کے لئے بھیجی ہے۔ انھوں نے کہا کہ خدا
خانہ کعبہ اور اپنے محبوب کے روضہ کی خود حفاظت
کر سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ابرہہ کو ابابیلوں سے مروا سکتا
ہے تو آج بھی اس کی حفاظت کر سکتا ہے۔ انھوں نے
پاکستانی افواج کو پاکستان بلایا جائے اور صدام حسین کی
حمایت کے لئے فوج بھیجی جائے۔

انھوں نے مطالبہ کیا کہ پاکستان میں نظام مصطفیٰ نافذ
کیا جائے انھوں نے کہا کہ آج مولانا شاہ احمد نورانی نے
صدر صدام حسین کی حمایت کر کے کروڑوں لوگوں
کے دل جیت لئے ہیں۔

جلسہ کے آخر میں تالیوں اور نعروں کی گونج میں
انجمن طلباء اسلام ضلع اٹک کے مرکزی راہنما اور
راولپنڈی ڈویژن کے جنرل سیکرٹری محمد شہزاد انجم پر
آئے محمد شہزاد چشتی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالم
اسلام اس وقت یہودیت کے گھیرے میں ہے اسلام
کے نام نہاد لیڈر اسلام کی عظیم قوت کو تباہ و برباد کرنا
چاہتے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کی عظیم
طاقت کو تباہ کرنے کے لئے یہ پروگرام بنائے جا رہے
ہیں۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مسلمانوں کے ساتھ مسلمان افواج کو لڑایا جا رہا ہے
تاکہ مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کیا جائے۔ آج
انگریزوں کو مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی جرات
نہیں آج صدر بش جو کہ چھوٹے ممالک کو دیکھنا پسند
نہیں کرتا تھا آج صدام حسین سے ڈر کر چھوٹے
ممالک کے پاس جا رہا ہے اور مدد مانگ رہا ہے۔ انھوں
نے کہا کہ صدر بش کو "ویت نام" والا انجام یاد نہیں
رہا انشاء اللہ صدام حسین صدر بش کو ویت نام سے بھی
زیادہ بری طرح شکست دیں گے اور صدر بش کی آنے
والی نسلیں بھی یاد کریں گی۔

شہزاد حسین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان
خواہ افغانستان میں ہوں یا کشمیر میں یا اسرائیل میں ہوں
یا فلسطین میں اگر انھیں تکلیف ہوتی ہے تو پورے
مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا
پڑتا ہے کہ شاہ فہد جیسا حکمران جو کہ اس وقت مکمل
طور پر امریکہ کی گود میں بیٹھا ہوا ہے اسے عالم اسلام کی
کوئی خبر نہیں آج شاہ فہد جیسے امریکی نواز لیڈر پاکستان
میں بھی پیدا ہو گئے ہیں جو کہ صرف امریکہ کو خوش
کرنے کے لئے من مانی کارروائیاں کر رہے ہیں۔
انھوں نے مطالبہ کیا کہ فی الفور پاکستانی افواج کو واپس بلایا
جائے اور صدر صدام حسین کی حمایت کی جائے جلسہ
کے اختتام پر صدر صدام حسین کی کامیابی کے لئے دعا کی
گئی۔

○

—○—

—— کتنے اچھے ہوتے ہیں وہ لوگ جو بے غرض دوسروں
کے کام آتے ہیں اور سب سے سچی محبت کرتے
ہیں۔

—○—

—— کتنے پیارے ہوتے ہیں وہ لوگ جو بغیر لالچ کے
سب کے کام آتے ہیں۔

سندھ کی سرزمین کو قدرت نے باب الاسلام ہونے کا شرف بخشا ہے۔ یہ وادی اپنی تاریخی مقالات سے ہمیشہ بلند رہی ہے۔ سندھ کا علم وادب اور سندھی زبان کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اس طرح سندھ کی تاریخ اہم واقعات اور اہم تاریخی حقائق سے بھری ہوئی ہے۔

مختلف زمانہ میں سندھ پر حکمرانوں نے حکومتیں کی ہیں۔ بے شمار دلچسپ واقعات ہیں، جس میں تاریخ، ادب، بہادری، شجاعت کے کارنامے بھی مشہور ہیں۔ جن کی تفصیلات پڑھنے کے لئے بہت وقت درکار ہے۔ تب ہی سرزمین سندھ کے مشاہیر کے کارناموں سے واقفیت ہو سکتی ہے۔ جنہوں نے وطن آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کیں اور بعض مجاہدین نے اپنے قلم سے جہاد کو جاری رکھا۔

سندھ کے علمی ادبی مراکز میں المنصورہ اور ٹھٹھہ کا نام سرفہرست تھا لیکن اروڑ، سکھر اور روہڑی بھی سندھ کے اہم مراکز تھے۔ جہاں بڑے بڑے عالم، ادیب، دانشور اور خطیب رہتے تھے۔، جن کے علمی اور ادبی مقام کی وجہ سے ان شہروں میں علم کا خاصا چرچہ رہتا تھا اور ہمیشہ رونق رہتی تھی۔ دور دور سے لوگ علم حاصل کرنے کے لئے ان علماء کی صحبت میں آتے تھے۔

محمد بن قاسم کے بعد کچھ عرب خاندانوں نے مستقل طور پر اروڑ شہر میں سکونت حاصل کرلی اور علم کو روشن کیا۔ ناصر الدین قباچہ کے زمانے تک ان عربی نسل کے علماء کی اولاد بکھر اور اروڑ شہر میں رہتی تھی۔ اس زمانے میں "علی بن حامد بن ابو بکر" "کوفی" کو اروڑ کے ایک عربی نسل بزرگ" قاضی اسماعیل بن علی بن محمد طائی" کے یہاں سے سندھ کی تاریخ "منہاج المسالک" دستیاب ہوئی۔ قاضی صاحب اروڑ کے "قاضی موسیٰ بن یعقوب کا پوتہ تھا جو محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ میں آئے تھے۔ علی بن کوفی نے "اچ" شہر میں سنہ ۶۱۳ ہجری (۱۲۱۶) میں فارسی زبان میں اس تاریخ کا ترجمہ کیا اور اس کا نام رکھا "فتح نامہ عرف چچ نامہ" آج کل فارسی زبان میں ترجمہ والی کتاب موجود ہے۔ اسی طرح سندھ کی پہلی تاریخ کی کتاب اروڑ شہر میں لکھی گئی۔

سندھ پر دوسری تاریخ کی کتاب بکھر شہر کے میر معصوم بکھری نے لکھی جو تاریخ معصومی کے نام سے مشہور ہے سندھ پر ایک دوسری تاریخ کی کتاب انگریزوں کے ابتدائی دور میں سکھر کے خداداد خان نے لکھی جو "تاریخ سندھ" کے نام سے مشہور ہے۔

سکھر شہر کا ماضی اور حال بہت روشن ہے سکھر اب سندھ کے صنعتی شہروں میں شامل ہے لیکن مغل بادشاہوں کے زمانے کی تاریخی عمارات اب اس شہر کے لئے تاریخ کے زندہ ابواب کا درجہ رکھتی ہیں۔ سکھر کی عظمت اور ثقافتی ورثے کی ایک عظیم نشانی "میر معصوم شاہ" کا مینار اب بھی موجود ہے جس کی تعمیر کی بنیاد اکبر کے دربار کے امیر اور اہلکار میر سید معصوم بکھری نے ۱۰۰۳ ہجری ۱۵۹۴ میں ڈالی میر معصوم کی وفات کے بعد ان کے بیٹے میر بزرگ نے (۱۶۱۷) میں اس کو مکمل کردیا۔ مینار کی بنیاد ۸۴ فٹ قطر میں مینار کی لمبائی ۸۴ فٹ ہے اور زینہ بھی ۸۴ ہیں میر معصوم کو عمارت سازی کا بہت شوق تھا۔ آپ نے "فیض محل" کے نام پر ایک مکان بنوایا تھا۔ معصوم شاہ کا مینار پاکستان میں آنے والے سیاحوں کے لئے خاصی دلچسپی رکھتا ہے اس لئے کہ مینار کی چوٹی سے جاکر آدمی پورے سکھر شہر کا اور دریائے سندھ کا دلفریب نظارہ کر سکتا ہے۔

سرتاج الشعراء "حضرت شاہ عبدالطیف بھٹائی" ایک بار شہر درازا میں فاروقی خاندان کے یہاں تشریف لے گئے آپ نے آٹھ سال کے ایک لڑکے کو دیکھا اور منزلت گاہ لگاتے ہوئے آپ نے سندھی زبان میں ایک فقرہ کہا کہ

"اساں جیکو کنو چاڑھیو آھے ڈھکن ہی چھوکرو لاھیندو"

آپ کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے جس منزل کی ابتداء کی ہے اس کی انتہا یہ لڑکا ہوگا۔ بعد میں "حضرت چچل سرمست" نے سات زبانوں میں شاعری کی اور آپ ہفت زبان شاعر کہلائے۔ کیوں کہ آپ نے سندھی زبان کے علاوہ اردو اور فارسی نیز چند دیگر زبانوں میں بھی شاعری کی ہے۔ آپ کی شاعری کا محور انسانی بھائی چارے اور امن دوستی کا عظیم روحانی درس ہے۔

سنہ ۱۳۱۲ء میں سندھ کے حاکم بھونگہ سومرو تھا ان کے دو بیٹے تھے چنیسر اور دودو۔ باپ کی وفات کے بعد دونوں بھائیوں میں تخت حاصل کرنے پر لڑائی ہوئی۔ چنیسر نے دہلی کے بادشاہ سے مدد حاصل کر کے اپنے بھائی دودو پر حملہ کیا دودو کے لوگوں نے علاؤالدین کی فوج کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے ظاہری طور پر علاؤالدین کی فوج کو فتح ہوئی اور دودو کی فوج کو شکست ہوئی لیکن جس بہادری سے سندھی فوج نے مقابلہ کیا اس پر ان کی بڑی شہرت ہوئی۔ اور سندھی زبان میں ایک کہاوت مشہور ہوئی کہ۔

"مڑس تو دودو ہے جوان تو دودو"

سنہ ۱۵۲۱ء میں سندھ میں ارغون کی حکومت شروع ہوئی ارغون مغلوں کا ایک قبیلہ تھا جب تک ارغون حکمران سندھیوں کے ساتھ شرافت سے چلتے رہے تو

حضرت
سچل سرمست
نے
سات زبانوں
میں شاعری کی
آپ کا پیغام
انسانی بھائی چارہ
اور امن دوستی
کا درس دیتا ہے!

... نے ان کی بڑی عزت کی اور ان کے ... قدم نہیں اٹھایا لیکن جب ارغون ... میں غرور بھر گیا تو سندھ کے علماء ان ... ہو گئے جس میں سید عبدالکریم بلڑی والا، ... محمد ہاشم فقیر اور مولوی ابوالحسن محدث کے نام ... ذکر ہیں۔ یہ بزرگ اپنے زمانے میں عارف فقہ ... محدث مانے جاتے تھے اور علمی ادبی مقام پر ان کا نام ...

... سندھ کے ... اور محبت ... مغلوں کا دور دور اتھا بادشاہ اور شیر شاہ کی زیادتیوں ... جب ہمایوں بادشاہ پریشان ہو کر سندھ میں آیا تو سندھیوں اور بلوچوں نے نہ صرف ان کی مدد کی بلکہ ان کے ساتھ ہر طرح کی ہمدردیوں کا اظہار کیا گیا۔ اور ایران تک جانے میں ان کی مدد کرتے رہے۔ اسی دوران میں عمرکوٹ کے شہر میں جلال الدین محمد اکبر المعروف اکبر اعظم کی ولادت ہوئی۔

جب انگریزوں نے اپنے قدم ہندوستان میں جما دیے تو انہوں نے سندھ کو بھی بد نظر سے دیکھا سندھ میں ان دنوں میر صاحبان کی حکومت تھی سندھ کے اندر انگریز کاروبار کے خیال سے داخل ہوئے اور کلھوڑا حکومت کے زمانے سے وہ سندھ کے اندر اپنا کاروبار شروع کر چکے تھے ایسٹ انڈیا کمپنی قائم ہونے کے بعد پورے ہندوستان پر چھا گئے۔ اس طرح انہوں نے شہر حکمرانوں پر اپنا دباؤ ڈالا جس کے نتیجے میں ۱۶ فروری ۱۸۴۳ کو میانی کی جنگ ہوئی جس میں سندھ کے بلوچوں نے اپنا سر قربان کیا۔ بلوچ اور سندھی مجاہد شہید ہوئے لیکن انگریز پھر بھی غالب رہے۔ اس طرح شہوانی تالپوروں کی حکومت ختم ہوئی۔ اس جنگ میں بلوچ فوج کے جرنل ہوش محمد شیدی نے سب سے زیادہ بہادری کا مظاہرہ کیا لیکن بعد میں وہ بھی شہید ہو گئے اس شہید کو قوم ہمیشہ سلام کرتی ہے۔

۱۹۴۴ء کا ذکر ہے بابائے قوم قائد اعظم ملیر میں ایک بنگلہ پر پریس کانفرنس کر رہے تھے اس زمانے کے نامور ہندو صحافی، ادیب، اور ایڈیٹر پونجا شرما اور ڈاکٹر تارا چند لالوانی موجود تھے لیکن دیر تک آپ نے پریس کانفرنس شروع نہیں کی اور کاغذات دیکھتے رہے آپ نے سر اٹھایا اور سوال کیا روزنامہ "الوحید" کا نمائندہ آگیا ہے تو ایک نوجوان کھڑا ہو گیا اور کہا کہ جی میں آگیا ہوں بابائے قوم نے پھر پریس کانفرنس شروع کی۔

آزادی کی جدوجہد میں سندھ کے اندر الوحید کا خاصا مقام تھا اور سندھ کے اندر الوحید نے سندھیوں کو بیدار کرنے میں زیادہ کام کیا۔ حضرت مولانا شوکت علی نے ایک بار کہا تھا کہ "الوحید سندھ اور سندھ الوحید ہے۔"

(روزنامہ الوحید سنہ ۳۷)

اس اخبار نے سالہا سال سندھ کے عوام کی خدمت کی اور اس اخبار کے دس ایڈیٹر جیلوں میں گئے لیکن پھر بھی وہ عزم کے ساتھ قوم کی خدمت کرتے رہے ان ایڈیٹروں میں نبی بخش مرحوم، قاضی خدا بخش مرحوم، دین محمد علیگ، مولوی عبدالغفور مرحوم، شیخ عبدالمجید سندھی، مولانا دین محمد وفاء اور شیخ عبدالرحیم مرحوم کے نام قابل ذکر ہیں۔

بابائے قوم کو الوحید سے بے حد محبت تھی اور اکثر اس اخبار کے مدیروں سے ملاقاتیں کرتے رہتے تھے۔ اور ان کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ آثار قدیمہ کے محکموں کی طرف سے بھنبھور کے بارے میں شائع کردہ تحقیقات میں بتایا گیا ہے کہ یہاں کھدائی کے دوران ... ٹکڑوں پر ایک جیسا رسم الخط یعنی دوحنا گری لکھا ہوا ہے۔ اور تیسرے پر اوہاٹی یا لاڑی رسم الخط کی مثال ملتی ہے۔ رسم الخط کے یہ دونوں نمونے عرب سیاحوں کے اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں کہ سندھی زبان بہت قدیم ہے اور اس کا رسم الخط بھی بہت پرانا ہے۔

چچ نامہ، عرب سیاحوں کے سفرنامے. مضامین اور مقالے سندھی کی ارتقاء اور ترقی اور تاریخ کی عظمت کے سلسلہ میں بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں

جمعیت علماء پاکستان کا جلوس ٹی وی سٹیشن لاہور کے سامنے احتجاج کر رہا ہے

چندر شیکھر

کانگریس کے گلے کی ہڈی بن گئے

چندر شیکھر کو راجیو گاندھی نے وزیر اعظم تو بنا دیا مگر اب خود چندر شیکھر راجیو گاندھی کے لئے خطرہ بنتے جا رہے ہیں۔ ایک طرف تو چندر شیکھر کی عوامی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ عام لوگ یہ کہتے نظر آ رہے ہیں کہ آدمی بات صاف کرتا ہے۔ چندر شیکھر اپنے بھونچیری لہجے کے باوجود ٹیلیویژن کے نئے اسٹار بنتے جا رہے ہیں جب چندر شیکھر وزیر اعظم بنے تو کسی کو ان سے کسی قسم کی کوئی امید نہیں تھی۔ عام خیال یہ تھا کہ کانگریس انہیں دو چار مہینے میں چلتا کر دے گی۔ عام طور پر چندر شیکھر کے بارے میں لوگوں کا نظریہ بھی اچھا نہیں تھا کیوں کہ بیشتر لوگ چندر شیکھر سے ناواقف تھے۔ کبھی کسی نے ٹی وی پر ان کی شکل نہیں دیکھی تھی۔ کبھی ان کی تقریر نہیں سنی تھی۔ اس لئے اب لوگوں نے چندر شیکھر سے امیدیں بھی وابستہ کرنی شروع کر دی ہیں۔ حالانکہ عملاً اب تک ان کی سرکار زیر دست ہی ثابت ہوتی ہے۔ پھر بھی عوام میں ان کا صحیح اعتبار انہیں راجیتا کر چکا تھا۔ چندر شیکھر کی اس بڑھتی ہوئی مقبولیت سے کانگریسی پریشان نظر آ رہے ہیں۔ انہیں یہ خطرہ نظر آنے لگا ہے کہ کہیں چندر شیکھر اپنی پوزیشن زیادہ مضبوط نہ بنا لیں۔

کانگریسیوں کو لبھا رہے ہیں

چندر شیکھر سے کانگریس کے لئے دوسرا بڑا خطرہ یہ ہے کہ وہ براہ راست کانگریسی ممبران پارلیمنٹ کو لبھا رہے ہیں اور اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ راجیو گاندھی کو نظر انداز کرتے ہوئے چندر شیکھر کانگریس کے سینئر لیڈروں سے رابطہ قائم کر رہے ہیں۔ ان سے مشورے کر رہے ہیں۔ انہیں

ان کی اہمیت کا احساس دلا رہے ہیں۔ ایک سینئر کانگریسی لیڈر نے یہ کہا کہ آج اگر راجیو گاندھی چندر شیکھر کی حمایت واپس لے لیں تو کم از کم ڈیڑھ سو ایم پی کانگریس چھوڑ کر چندر شیکھر کے ساتھ چلے جائیں گے۔ حقیقت بہر حال یہ ہے کہ چندر شیکھر راجیو کے قلعہ میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس میں وہ کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں کہنا مشکل ہے لیکن کانگریس میں کھلے عام بغاوت کی بات ہونا ہی اپنے آپ میں بہت اہم بات ہے۔

شرد سے یاری

چندر شیکھر کی مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شرد پوار سے دوستی نئی نہیں ہے۔ چندر شیکھر کو کانگریس کی حمایت دلانے میں بھی شرد پوار کا اہم رول رہا ہے۔ شرد پوار ماضی میں اندرا گاندھی کے خلاف بغاوت کر چکے ہیں۔ [illegible] بھی شرد پوار اونچے خواب دیکھ رہے [illegible] کے وزیر اعلیٰ بن [illegible] نہیں ہیں۔ ویسے بھی شرد پوار اپنی سیاسی چالوں کے لئے مشہور ہیں۔ کانگریس کے حلقوں میں یہ خبریں گرم ہیں کہ شرد پوار کانگریس کے اندر چندر شیکھر کے سب سے اہم مہرے ہیں۔ شرد پوار کانگریسیوں کو چندر شیکھر کی حمایت میں ہموار کر رہے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو شرد پوار راجیو کے خلاف بغاوت کرنے سے بھی نہیں چوکیں گے۔

پچھلے ہفتہ چندر شیکھر مہاراشٹر کے دورے پر گئے تو جگہ جگہ انہوں نے تقریروں میں شرد پوار سے دہلی کے سامنے نہ جھکنے کی بات کہی۔ ان کی ان تقریروں سے کانگریسی بہت ناراض ہیں اور سابق کانگریسی وزیر اعلیٰ راؤ آدیک نے شرد پوار کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چندر شیکھر شرد پوار کو راجیو کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔

گلے کی ہڈی

ان حالات میں راجیو گاندھی پر زبردست دباؤ ہے کہ وہ چندر شیکھر کی حکومت سے فاصلہ قائم کریں۔ کیونکہ جس طرح چندر شیکھر فسادات پر قابو پانے میں ناکام ہوئے ہیں اس سے مسلمانوں کی ناراضگی میں اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ ملائم سنگھ کی حمایت کی وجہ سے یوپی کے ہندوان سے سخت ناراض ہیں۔ آج مسلمان ملائم سنگھ سے بھی خوش نہیں ہیں۔ ان حالات میں راجیو گاندھی کے سامنے سوال یہ ہے کہ وہ چندر شیکھر حکومت کی حمایت کریں تو کس حد تک؟ اور کب تک؟

ایک تجویز یہ بھی ہے کہ کانگریس بھی حکومت میں شامل ہو جائے اور ایسی مستحکم حکومت بنائے جو چار سال اطمینان سے چل سکے۔ جس پر بیورو کریسی کو بھی اعتماد ہو عوام کو بھی، صنعت کاروں کو بھی اور بیرونی ممالک کو

باقی صفحہ پر

پروفیسر محمد منشی ندیم

گستاخ رسول کون؟

صلوٰۃ وسلام کا حکم

صلوٰۃ وسلام کا طریقہ

اردو کا سلام پڑھنے والوں سے چند سوالات

سوچئے آخر یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے مسلمان کو مسلمان سے کیوں لڑایا جا رہا ہے خانہ جنگی کے حالات کیوں پیدا کئے جا رہے ہیں کہیں یہ کسی اسلام دشمن غیر مسلم قوت کی سازش تو نہیں۔

منجانب انجمن سپاہ صحابہ رض میرپور خاص

قرآن مجید نے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دس (۱۰) نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

ولا تطع كل حلاف مهين ○ هماز مشاء بنميم ○ مناع للخير معتد اثيم ○ عتل بعد ذلك زنيم ○ ان كان ذا مال وبنين ○ اذا تتلى عليه اياتنا قال اساطير الاولين ○

(سورہ القلم پ ۲۹ کنز الایمان)

ترجمہ: اور ہر ایسے کی بات نہ سننا (۱) جو بڑا قسمیں کھانے والا (۲) ذلیل (۳) بہت طعنے دینے والا (۴) بہت ادھر کی ادھر لگاتا پھرنے والا (۵) بھلائی سے بڑا روکنے والا (۶) حد سے بڑھنے والا گنہگار (۷) درشت خو (۸) اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا (۹) اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں کہتا ہے کہ (۱۰) اگلوں کی کہانیاں ہیں۔"

آیت مذکورہ میں جن دس واضح نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے یہ کہ بڑا قسمیں کھانے والا ذلیل، طعنہ دینے والا اور یہ کہ اس کی اصل میں خطا یعنی اس کا حرامی ہونا اور نیکی یعنی بھلائی کے کاموں میں رکاوٹ بننا گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر دال ہیں غور طلب بات یہ ہے کہ "صلوٰۃ وسلام" جیسی عظیم نیکی و بھلائی کے کام میں رکاوٹ بننا اور مسلمانوں کو ہر ممکن طریقے سے اس عمل خیر (صلوٰۃ وسلام) سے باز رکھنے کی کوشش کرنا کس کا کام ہو سکتا ہے؟ یقیناً گستاخ ہی ایسی جسارت کر سکتا ہے۔ جس کی اصل میں خطا ہو...... جبکہ "صلوٰۃ وسلام" پر قرآن پاک کی آیت مبارکہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ○ شاہد عادل ہے یعنی...... "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔"

ہم سب جانتے ہیں کہ آیت مبارکہ کو ان اللہ کے ساتھ شروع فرمایا جو تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع کے ساتھ ذکر فرمایا جو کہ "استمرار" اور "دوام" پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں گویا کہ صلوٰۃ کا بھیجنا رب تبارک وتعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا محبوب ترین مشغلہ ہے لہٰذا اللہ نے اپنے اس محبوب و مرغوب عمل میں ...... یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ○ کہہ کر اپنے مومن بندوں کی

...پاک کا مطلب۔ صاحب روح البیان لکھتے
...اللہ تعالیٰ کے "درود" بھیجنے کا مطلب
...صلی اللہ علیہ وسلم کو "مقام محمود" تک
...اور اس مقام سے مراد مقام شفاعت ہے اور
...فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب ان کی دعا
...حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی مرتبہ
...اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے
...اور مومنین کے درود کا مطلب حضور پاک
...صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
...محبت اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے
...اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف۔ معلوم ہوا کہ......
...مومنین کے درود سے مراد حضور پاک صلی اللہ علیہ
...اتباع، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ
...کا تذکرہ، تعریف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
...ہے۔

...حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو!
...المرء مع من احب یعنی جو جس سے محبت کرتا ہے وہ
...اسی کے ساتھ ہوگا۔

...محبت آدمی رکھتا ہے جس سے
...قیامت میں وہ ہو گا ساتھ اس کے

...ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا
...اولی الناس یوم القیامۃ اکثرھم علی صلوٰۃ
(الترغیب والترہیب)
(رواہ الترمذی وابن حبان فی صحیح)

...آدمیوں میں قیامت کے دن مجھ سے سب
...قریب وہ ہے جو مجھ پر سب سے زیادہ درود
...بھیجے"۔ ...صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے
...کیا... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ
...صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہیں...... اور جو لوگ صلی
...اللہ علیہ وسلم کے بعد آئیں گے کیا حضور صلی اللہ علیہ
...وسلم کو ان کے درود کی خبر ہوتی ہے؟......
...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!......
...صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ
...غیرھم... میں اپنے محبت والوں کے درود کو
...خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا ہوں اور دوسرے کے
...درود مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔" (دلائل
...الخیرات ص ٥٠)

...کثرت سے درود و سلام حضور
...صلی اللہ علیہ وسلم قربت و محبت کی علامت ہے
...محبت و عقیدت سے ہدیہ
...عاشقان "درود و سلام" آقاو

مولیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود بنفس نفیس
سنتے ہیں بلکہ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جانتے اور
پہچانتے بھی ہیں۔! سبحان اللہ! کیا شان ہے اہل محبت کی
ع

محبت کرنے والوں کی عجب اک شان ہوتی ہے

اہل محبت کی علامت:۔

اس بارے میں ارشاد گرامی ہے...... "من احب
شیئا فاکثر ذکرہ۔" ...... جو کسی سے
محبت رکھتا ہے تو اکثر اسی کا ذکر کرتا ہے۔۔

محبت جس کی ہوتی ہے اسی کا ذکر کرتے ہیں۔
زباں پر میری جز نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کیا آئے

اہل سنت کی علامت:۔

"صلوٰۃ وسلام" اللہ جل مجدہ ورسول صلی اللہ
علیہ وسلم کا محبوب ذکر ہے۔ اسی لئے حضرت امام زین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ...... حضور پاک صلی
اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت ہونے
کی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت و جماعت
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں اور دیگر ذکر
کے حلقوں میں نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیہ
درود و سلام پیش کرتے ہیں بقول شاعر۔

میری زباں پر درود آئے میری زباں پر سلام آئے
سکوں میسر ہو جان و دل کو جو ذکر خیر الانام آئے

اور ایک عاشق صادق بارگاہ رسالت میں یوں عرض
کرتا ہے۔

مشکل جو سر پر آپڑی تیرے ہی نام سے ٹلی
مشکل کشا ہے تیرا نام تجھ پر درود و سلام

درود پاک کا پڑھنا فرض بھی ہے واجب بھی ہے
اور مستحب و محبوب بھی ہے یہاں تک کہ جس جگہ،
جس مقام پر بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر
ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی لیا
جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو
ایسے لوگوں کو خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے
ظالم، بدبخت اور بخیل قرار دیا ہے۔

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ویل
(ہلاکت) ہے اس بندے کے لئے جو قیامت کے دن
مجھے نہ دیکھ سکے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم وہ کون ہے؟ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ
سکے گا۔ فرمایا۔ وہ بخیل ہے عرض کیا "بخیل" کون
ہے۔؟ فرمایا! جس نے میرا نام مبارک سنا اور سن کر
مجھ پر درود پاک نہ پڑھا۔" (القول البدیع ص
١٢٧)

متعدد مقامات پر درود پاک نہ پڑھنے والے لوگوں
کے لئے سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں یہاں تک
کہ درود پاک نہ پڑھنے والے حضور پاک صلی اللہ علیہ
وسلم کے دیدار مبارک سے بھی محروم رہیں گے...... مگر
ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو نہ صرف "صلوٰۃ وسلام"
سے لوگوں کو روکتے ہیں بلکہ...... "صلوٰۃ و سلام"
کے مختلف صیغوں کے تحت پڑھنے والوں کو ہی گستاخ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرار دینے پر مصر ہیں......

حال ہی میں ایک پوسٹر گستاخ رسول صلی اللہ علیہ
وسلم کون؟ نامی دیکھنے میں آیا ہے۔ جسے پہلے پہل
انجمن سواد اعظم پاکستان حیدر آباد اور بعد میں "انجمن سپاہ
صحابہ" نامی تنظیم نے میرپور خاص سے دوبارہ شائع کیا
ہے۔ مذکورہ پوسٹر میں "صلوٰۃ وسلام" کا طریقہ۔
موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ لیجئے ہم یہاں پر اس کی اصل
تحریر نقل کئے دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:۔

صلوٰۃ و سلام کا طریقہ

صحیح بخاری شریف و مسلم شریف و دیگر کتب
احادیث میں یہ حدیث آئی ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت ان اللہ و
ملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنو صلوا علیہ و
سلموا تسلیما ○

ترجمہ:۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے رحمت
بھیجتے ہیں رسول پر اے ایمان والوں رحمت بھیجو اس پر اور
سلام بھیجو سلام کہہ کر نازل ہوئی تو ایک شخص نے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آیت میں ہمیں دو
چیزوں کا حکم ہوا ہے (صلوٰۃ و سلام) سلام کا طریقہ تو
ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ کہتے ہیں صلوٰۃ کا طریقہ بھی بتلا دیجئے آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ الفاظ کہا کرو۔ اللھم
صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال
ابراھیم انک حمید مجید ○ اللھم بارک علی محمد وعلی ال
محمد کما بارکت علی ابرھیم وعلی ال ابرھیم انک حمید مجید

حدیث مذکور میں صحابہ کرام رضوان اللہ
تعالیٰ علیھم اجمعین نے صلوٰۃ کا طریقہ نبی
علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا خود اپنی
طرف سے اس کا تعین نہ فرمایا تو چودھویں یا
پندرھویں صدی کے کسی فرد کو کیا حق حاصل
ہے کہ اپنی طرف سے "صلوٰۃ و سلام"
گھڑے حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ آیت ان اللہ و
ملائکتہ یصلون علی النبی الخ میں جو صلوٰۃ و سلام
مذکور ہے اس سے مراد وہ "صلوٰۃ و سلام" ہے جو نماز

میں بحالت قعود ہر مسلمان پڑھتا ہے۔ سلام کا التحیات میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور صلوٰۃ سے مراد وہ .... درود شریف ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اور ہر مسلمان نماز کے قعدہ آخیر میں اس کو پڑھتا ہے۔"

تبصرہ:۔ ہم یہاں پر صرف اتنا عرض کریں گے کہ مسلمان خط کشیدہ الفاظ پر غور کریں کہ "گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون؟" کے پوسٹر کے تحریر کنندہ نے .... درود ابراہیمی کے علاوہ .... دیگر تمام صیغہائے درود شریف کو چودھویں یا پندرھویں صدی کے افراد کی ایجاد کہہ کر من گھڑت قرار دیا ہے کس قدر گستاخانہ جسارت کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کا سامان کیا ہے۔

مذکورہ پوسٹر (گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون) میں تحریر کردہ "صلوٰۃ و سلام" جسے تحریر کنندہ "صلوٰۃ و سلام کا طریقہ" کہہ کر مسلمانوں کو دیگر صیغہائے "صلوۃ و سلام" کے پڑھنے سے باز رکھنا چاہتا ہے

دراصل مذکورہ بالا "صلوۃ وسلام کا طریقہ" نماز کے ساتھ خاص ہے اور حنفیہ کے نزدیک نماز میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ درود اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد الخ۔ پڑھنا اولیٰ ہے ....

جیسا کہ ارشاد گرامی ہے۔ "کیف نصلی علیک اذا نحن صلینا فی صلوتنا" صحابہ نے عرض کیا۔؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم نماز پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف اپنی نماز میں کس طرح پڑھیں" تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوں پڑھا کرو اللھم صل علی محمد و علی ال محمد الخ ....

ایسے لوگ جو کہتے ہیں کہ جب درود شریف پڑھنا ہو تو درود ابراہیمی ہی پڑھنا چاہئے انہیں اس واضح حدیث پر غور کرنا چاہئے اور اپنی ہٹ دھرمی سے باز رہنا چاہئے ایسے لوگ محدث شوکانی کے فیصلہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں تو لیجئے ہم مذکورہ حدیث کے بارے میں محدث شوکانی کی ہی رائے پیش کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:۔

فیفید ذالک ان ھذا الالفاظ المرویۃ مختصۃ بالصلوۃ واما خارج الصلوۃ فیحصل الامتثال بما یفید قولہ سبحانہ وتعالی ان اللہ وملائکتہ یصلون الآیۃ .... فاذا قال القائل اللھم صل وسلم علی محمد فقد امتثل الامر القرآنی۔"

(تحفۃ الذاکرین صہ ۱۱۱)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت کردہ درود ابراہیمی نماز ہی سے خاص ہے لیکن نماز سے باہر حکم ربانی کی تعمیل اللہ تعالیٰ کے ارشاد ان اللہ وملائکتہ الآیت کے مطابق عمل کرنے سے حاصل ہو جائے گی پس جب کہنے والے نے کہا اللھم صل وسلم علی محمد (اے اللہ درود سلام حضرت محمدؐ پر بھیج) تو اس نے قرآن مجید کے حکم پر عمل کر لیا۔ مذکورہ بالا حدیث اور شرح سے واضح ہوا کہ نماز میں درود ابراہیمی" پڑھا جائے اور نماز سے باہر جو درود شریف بھی پڑھنا ہو اس میں "سلام" کا لفظ ضرور آئے کہ اللہ کریم کے حکم ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلوا علیہ وسلموا تسلیما

(پ ۲۰)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود بھیجو اور سلام بھی بھیجتے رہا کرو جس طرح سلام بھیجنے کا حق ہے" کی پوری پوری تعمیل ہو جائے گی .... مندرجہ بالا صلوۃ و سلام کا طریقہ" کے علاوہ ہر وہ درود شریف جس میں صلوۃ و سلام کے الفاظ شامل ہوں پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مختلف درود و سلام کے طریقے تعلیم فرمائے ....

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں:۔

کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ درود پڑھے ہمارے گھرانے پر تو ان الفاظ سے درود پڑھا کرے اللھم صلی علی محمد ن النبی الامی وازواجہ امہات المومنین وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علی ابراہیم انک حمید مجید

(رواہ ابو داؤد)

ایک اور مقام پر کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم درود کس طرح پڑھا جائے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:۔

اللھم صل علی محمد عبدک ونبیک ورسولک النبی الامی

مذکورہ بالا درود پاک کے علاوہ بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف درود تعلیم فرمائے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مختلف صیغہائے درود تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ درود پڑھا کرتے تھے۔ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

(مدارج نبوت)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ درود پاک خاص طور پر پڑھا کرتے تھے صلوٰت اللہ و ملائکتہ وانبیاء ورسولہ وجمیع خلقہ علی محمد وال محمد وعلیہ وعلیھم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اسی طرح دیگر صحابہ کرام، تابعین تبع تابعین آئمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، اولیاء کاملین، اغواث، اقطاب، ابدال اوتاد نجبا وغیرھم رضوان اللہ علیھم اجمعین سے مختلف درود و سلام کے صیغے کتابوں میں درج ہیں وہ سب شریعت حقہ، قرآن مجید اور احادیث پاک کے عین مطابق اور ارشاد الٰہی کی تعمیل کے لئے ہیں مختلف صیغہائے درود شریف میں سب سے مختصر ترین درود شریف یہ ہیں

(۱) صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) علیہ الصلوۃ والسلام مذکورہ "درود و سلام" کثرت سے پڑھے اور لکھے جاتے ہیں علماء کرام کتب احادیث وسیرت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصنیف کے وقت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ نہایت ادب واحترام سے تحریر کرتے چلے آئے ہیں .... مذکورہ پوسٹر "گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون" کے مرتب کنندہ نے خود بھی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے الفاظ اپنے پوسٹر میں تحریر کئے ہیں .... لہٰذا پوسٹر "گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون" کا تحریر کنندہ بتائے کہ خط کشیدہ مذکورہ الفاظ درود شریف ہیں یا نہیں .... اور اگر مذکورہ الفاظ "صلوۃ وسلام" کے الفاظ ہیں .... اور یقیناً ہیں تو .... پوسٹر تحریر کنندہ بتائے کہ یہ درود وسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ الصلوۃ والسلام) کس نے تعلیم فرمائے اور جب کہ پوسٹر گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون کے تحریر کنندہ کے نزدیک .... درود ابراہیمی" کے علاوہ دیگر صیغہائے "درود و سلام" چودھویں یا پندرھویں صدی کے گھڑے ہوئے ہیں .... تو پھر پوسٹر کنندہ خود فیصلہ کرے کہ وہ خود کس زمرے میں شمار ہوا ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا!

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے من رانی فقد راء الحق "جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے حق دیکھا" یعنی "اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا۔" اس حدیث پاک کی روشنی میں عرض ہے کہ جتنے بھی صیغہائے "درود و سلام" ہیں حقیقت میں جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی جانب سے تعلیم فرمودہ ہیں نیز تابعین تبع تابعین اولیاء کرام اور علماء و مشائخ سے جتنے بھی درود و سلام منسوب ہیں

(جاری ہے)
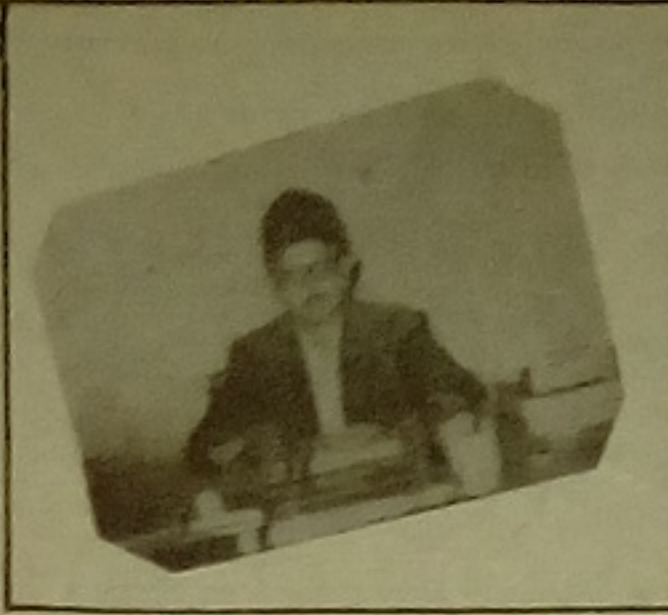
ت ایک خوبصورت ترین وادی ہے۔ اس کے چاروں طرف پہاڑ اور بیچ میں خوبصورت میدانی علاقہ ہے۔ اس خوبصورت وادی سے خوازہ خیلہ کے مقام پر ایک سڑک گلگت ہوتی ہوئی چین کے سرحدی علاقے سنکیانگ کو جاتی ہے۔ راستے میں الپوری کے مقام پر پشتو کے نامور شاعر حافظ الپوری" کا مزار ہے۔ جہاں ہر سال ان کے مزار پر پشتو مشاعرہ ہوتا ہے۔ دیوان حافظ الپوری ایک مشہور پشتو دیوان ہے۔

زندہ شعراء و ادباء میں ماسٹر عبدالکمال کمال۔ MASTER-ABDUL-KAMAL کو اہم درجہ حاصل ہے۔ موصوف یکم اپریل ۱۹۳۴ء کو بٹ خیلہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالرحمان تھا۔ جو بٹ خیلہ کے متمول تاجر تھے۔ ماسٹر صاحب نے ابتدائی تعلیم بٹ خیلہ، پھر تھانہ ملاکنڈ ایجنسی اس کے بعد مردان اور پھر ودودیہ ہائی اسکول سوات سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے حاصل کی۔

ماسٹر صاحب گریجویٹ ہیں اور تدریس کے پیشے سے ان کا تعلق ہے۔

مردان میں دوران تعلیم ماسٹر صاحب تحریک پاکستان کے سرگرم رکن تھے انہوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کا کہنا ہے کہ قیام پاکستان سے پہلے صوبہ سرحد کے آخری کانگریسی وزیر اعلیٰ سے ان کی ایک جھڑپ ہوئی۔ جس کی بنا پر ان کے استاد قاضی عبدالاکبر مرحوم (QAZI ABDUL-AKBER) کو قید کر لیا گیا تھا۔ اور انہیں بھی چند گھنٹوں کے لئے حراست میں رکھا گیا تھا لیکن کمسن ہونے کی بنا پر چھوڑ دیا گیا۔

ہاتھیان کے پیر محمد خان ایڈووکیٹ سابق وزیر اس میں اردو کے ستر مضامین شامل ہیں۔ یہ کتاب تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ شائع ہوئی۔ اب دوسرا ایڈیشن شائع کر رہا ہوں اس کتاب کی مانگ گلگت میں بہت زیادہ ہے۔ کیوں کہ گلگت میں بیرونی سیاح اور پاکستانی سیاح بہت زیادہ جاتے ہیں۔

اس کتاب پر اکیڈمی ادبیات پاکستان اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل نے اپنے تعریفی کلمات ارسال کئے ہیں جو کہ راقم کے پاس ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ ماسٹر صاحب کے پاس بے شمار سرٹیفکیٹس ہیں۔ یہ اسناد انہیں اسپورٹس، ادب اور پیشہ ورانہ خدمات کے انجام دینے کے صلہ میں عطا کی گئیں ہیں

جب قائداعظم محمد علی جناح قیام پاکستان سے قبل مردان تشریف لائے تو ماسٹر صاحب بطور باڈی گارڈ ان کے ساتھ موٹر میں بھی موجود تھے۔ اور جلسہ گاہ میں بھی جو پبلک پارک مردان میں ہوا تھا بطور باڈی گارڈ کے ان کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔

> جب قائداعظم محمد علی جناحؒ
> قیام پاکستان سے قبل مردان
> تشریف لائے تو ماسٹر صاحب بطور
> باڈی گارڈ انکے ساتھ موجود تھے

ماسٹر صاحب نے ۷۵ء میں ادبی دنیا میں قدم رکھا۔ ایک مشاعرے میں اپنا پشتو کلام (غزل) سنانے کے بعد عوام میں مشہور ہو گئے۔

اس کے بعد پاکستان کے مختلف روزناموں میں ان کے مضامین شائع ہوئے جو بہت مقبول ہوئے۔ چنانچہ ماسٹر صاحب کے ایک بہترین مضمون پر سوات کے ڈپٹی کمشنر جناب فضل اکبر خان مرحوم نے تعریفی سرٹیفکیٹ اور خصوصی انعام بھی دیا۔ نمائندہ رابطہ کے اصرار پر ماسٹر صاحب نے بتایا کہ اب تک ان کی دو کتابیں پہلی درسوغات کمال پشتو، جو کہ پشتو ترانوں، غزلوں وغیرہ کا مجموعہ ہے شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب پر پشاور یونیورسٹی کے پشتو اکیڈمی کے موجودہ چیئرمین جناب پریشان خٹک (Pereshan Khattak) نے ایک تعریفی خط بھی ارسال کیا ہے۔ جس میں کتاب کی تعریف کی گئی ہے۔

دوسری کتاب "مضامین کمال اردو" ہے۔ ماسٹر صاحب ڈویژنل اور ڈسٹرکٹ سطح پر فٹ بال ایسوسی ایشن کے پریس سیکریٹری ہیں جب کہ سوات ادبی سانگہ کے سینئر نائب صدر ہیں۔ واضح ہو کہ ماسٹر عبدالکمال کمال سوات میں واحد ادیب و شاعر ہیں جن کی زندگی ہی میں ادیبوں اور شاعروں نے سوات ادبی سانگہ کی وساطت سے ایک تقریب "محفل صبح" منعقد کی ہے اور ان کی ادبی خدمات کو اشعار میں سراہا ہے۔

اس کے بعد گورنمنٹ ڈگری کالج کالونی بونیر Bunir میں پروفیسر صاحبان نے ماسٹر عبدالکمال کمال کے ساتھ محفل شام کی تقریب منعقد کی۔ اس تقریب کے خصوصی انتظامات ملاکنڈ ایجنسی کے مقام تھانہ کے شعبہ پشتو کے لیکچرر محمد اسلام ارمانی Mohammad Islam Armani نے کئے تھے۔ جس نے خود بھی ایک پشتو کتاب پر اباسین آرٹ کونسل پشاور سے انعام جیت لیا ہے۔

ماسٹر صاحب کی دو کتب "غانٹول" (GhanTool) پشتو غزل ونظم کی کتاب عنقریب شائع ہو رہی ہے جب کہ انگریزی زبان میں ایک اور کتاب (BURN THE COLTAGES) بھی جلد ہی مارکیٹ میں آنے والی ہے۔

اس کتاب میں دوسری باتوں کے علاوہ کراچی کے سمندر کے قریب رہنے والے کچی آبادی اور ماہی گیروں کے مسائل شامل ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً سیلابوں سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

ماسٹر صاحب نے نمائندہ رابطہ کو بتایا کہ تحریک پاکستان کا سرگرم رکن ہونے۔ بابائے قوم کے ساتھ قیام پاکستان کے لئے جلسوں میں شریک ہونے اور ملاکنڈ ڈویژن میں ایک منفرد ادیب و شاعر ہونے کے باوجود بھی پاکستان ٹیلی ویژن سینٹر پشاور نے ان کا اب تک تعارف نہیں کروایا۔

ماسٹر صاحب کو کراچی کے "نیلام گھر" پروگرام کے منتظمین سے بھی شکایت ہے کہ وہ پاکستان کے ہر حصے سے تو کئی افراد کو اپنے پروگرام میں متعارف کرواتے ہیں۔ لیکن سوات جیسے خوبصورت خطے کے عوام کو سراسر بھلا دیا گیا ہے۔ ماسٹر صاحب نے کہا کہ تحریک پاکستان کے ان گمنام سپاہیوں، ادیبوں اور شاعروں کو ۲۳ مارچ اور ۱۴ اگست کے مواقع پر خصوصی طور پر پاکستان ٹیلی ویژن سے متعارف کروانا چاہئے۔ تا کہ انہیں ذہنی سکون حاصل ہو سکے۔

تاہم ماسٹر صاحب ریڈیو پاکستان پشاور سے کچھ عرصے پہلے باقاعدہ متعارف ہوئے ان کے پشتو کلام اور

باقی صفحہ ۵۰ پر

بقیہ، امریکی امداد

ہری نے پاکستان کو فوجی اور اقتصادی امداد جاری رکھنے کی وکالت کی۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا پاکستان کو فوجی و اقتصادی امداد امریکہ نے عام انتخابات کو یقینی بنانے کے لئے بند کی تھی یا نہیں تو اس کا جواب آئندہ چند ہفتوں میں خود بخود حتمی طور پر مل جائے گا جہاں تک اقتصادی امداد یا ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرضوں کا تعلق ہے تو قوی امکانات یہی ہیں کہ ماضی کی طرح پاکستان میں بننے والی نئی حکومت سے مذاکرات کے بعد کچھ اور نئی شرائط لگا کر اقتصادی امداد اور قرضے جاری رہیں گے لیکن خدشہ یہ ہے کہ فوجی امداد شاید پاکستان کو نہ مل سکے کیونکہ جیسا اوپر بیان کر چکا ہوں کہ امریکی امداد بند کرنے کی وجہ انتخابات کا یقینی انعقاد نہیں ہے۔ پاکستان کو فوجی امداد بند کرنے کی اصل وجہ روس اور امریکہ کے سربراہان کے درمیان ۹ ستمبر ۱۹۹۰ء کے روز ہیلسنکی فن لینڈ میں منعقد ہونے والے حالیہ مذاکرات ہیں۔ جن میں دونوں سپر طاقتوں نے دنیا میں اسلحہ کی پیداوار، اسلحہ کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے دوررس تاریخی فیصلے کئے ہیں۔ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے مطابق ان انتہائی اہم اور بنیادی فیصلوں کے نتیجے میں دونوں سپر طاقتوں نے تیسری دنیا کے غریب ممالک کو جس میں پاکستان اور افغانستان بھی شامل ہے ان کو اسلحہ کی فراہمی روکنے کا فیصلہ کیا۔

بقیہ، کراچی کی ڈائری

خوش گپیوں میں مصروف رہی اور بالخصوص صدر کراچی کے علاقے میں گاڑیاں اور بند کرنے کے لئے فٹ پاتھ پر چڑھ گئیں جس نے "ہفتہ ٹریفک" کی دھجیاں اڑا دیں۔ اطلاع کے مطابق ٹریفک پولیس کی "آمدنی" میں خاطر خواہ اضافہ رہا۔

کراچی میں ٹریفک کا مسئلہ نہایت توجہ طلب ہے۔ سگنل کے فوراً بعد ڈرائیوروں کا گاڑی روک لینا، خود ساختہ اسٹاپ اور تیز رفتاری حادثات کا بڑا سبب ہیں۔ ہفتہ منانے سے ہی حادثات کا سد باب نہیں ہو گا۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ عام حالات میں بھی اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے جائیں۔

بقیہ، پشاور کی ڈائری

نعروں سے گھبرا گیا جب صحافیوں نے اسے بتایا کہ پولیس نے پرامن جلوس پر لاٹھی چارج کیا تو اس نے

کہ یہ حکومت کی پالیسی ہے اس میں باہر کا کوئی آدمی ہدایت نہیں دے سکتا۔ موجودہ حکومت جو عوام کے جذبات کی ترجمانی کرنے میں ناکام ہو گئی اس نے جلوسوں پر تشدد کروا کر اداروں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی لیکن پشاور کی ہر دکان ہر گاڑی اور ہر گھر پر صدام کی تصویر موجودہ حکمرانوں اور غیر ملکی طاقتوں کی ایجنٹ سیاسی جماعتوں کا منہ چڑا رہی ہیں۔

بقیہ، فاضل بریلوی

رنگ تغزل سوز و گداز حسن تخیل شوخی و ندرت لطافت و نزاکت مربوط بندش محاورات کا جمع کرنا کچھ آسان کام نہیں جس نے بھی ایسی کوشش کی وہ ادب سے ہاتھ دھو بیٹھا اور پرواز تخیل میں ایمان کی حدود سے آگے نکل گیا اور بعض نے تو کفر و شرک کی تاریک گھاٹیوں میں جا کر سانس لی اس کے برعکس اعلیٰ حضرت کے کلام میں خلاف شرع تو در کنار خلاف ادب بھی کوئی بات نہیں پائی جاتی اکثر اہل ادب اور شعراء حضرات کی تعلی اور تنگ نظری نے انہیں اعلیٰ حضرت کے کلام کو بغور پڑھنے یا سننے سے مانع رکھا کاش اہل ادب آپ کے کلام کو بغور پڑھتے تو ان کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی کہ واقعی اعلیٰ حضرت اردو کے نعت گو شعراء میں ہر حیثیت سے منفرد ہیں حضورؐ کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا اکثر شاگرد کے کلام میں اپنے استاد کا ہی رنگ جھلکتا نظر آتا ہے آپ کے ہاں بھی یہی جھلک نظر آتی ہے۔

بقیہ، چندر شیکھر

بھی۔ کیونکہ جب تک حکومت مستحکم نظر نہیں آئے گی کوئی اس پر اعتماد نہیں کریگا اور جب تک حکومت پر اعتماد نہیں ہو گا۔ درپیش مسائل کے حل کے لئے اہم فیصلے نہیں لئے جا سکیں گے۔ لیکن اس تجویز کی مخالفت کانگریس کے کیمپ میں بھی ہے اور چندر شیکھر کے کیمپ میں بھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کانگریس کیا رخ اختیار کرتی ہے۔ چندر شیکھر حکومت سے حمایت واپس لیتی ہے۔ اسے مزید طاقت دیتی ہے، حکومت میں شامل ہوتی ہے یا نئے سال میں جلد سے جلد الیکشن کرانے کا فیصلہ کرتی ہے۔ آئندہ چند ہفتوں میں کانگریس کو یہ مشکل مگر اہم فیصلہ کرنا ہی ہو گا۔

بقیہ: پشتو شاعر

پشتو مضامین [illegible] پاکستان سے نشر ہوتے رہے ہیں۔

ماسٹر صاحب کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے اور ان کے شاگرد فوج، پولیس، محکمہ صحت، تعلیم اور دوسرے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ ماسٹر صاحب نے طالب علموں کو نصیحت کی ہے کہ وہ تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز رکھیں تاکہ پاکستان سے ناخواندگی کا خاتمہ ہو اور ملک سے جہالت، غربت اور دوسری برائیوں کا خاتمہ ہو۔

ماسٹر صاحب کے پشتو اشعار کا اردو ترجمہ درج ہے۔

میں اس ملک پر اسلام کی شمع روشن کرنا چاہتا ہوں
اور پاکستان پر اپنی جان نچھاور کرنا چاہتا ہوں۔
مسلمانوں کے لئے اے قائد اعظم آپ نے پاکستان جیت لیا ہے۔ اور یہ آپ نے تمام مسلمانوں کے لئے ایک وسیع میدان (خطہ) حاصل کر لیا ہے۔

خواتین کی اجتماعی دعا

خواتین اسلامک مشن کے زیر اہتمام بروز اتوار مورخہ ۲۰ جنوری ۹۱ء کو خواتین اسلامک مشن ہال گلشن اقبال بلاک نمبر ۵ کراچی میں مجاہدین عراق کی فتح و نصرت کے لئے اجتماعی دعا کا انعقاد کیا گیا۔ خواتین کے اس اجتماع نے ڈاکٹر فریدہ احمد کی زیر قیادت رقت انگیز فضاء میں اللہ رب العزت کے حضور میں عراقی مجاہدین کی کامیابی کے لئے خشوع و خضوع سے دعائیں کیں۔

کھلتی ہوئی رنگت

رات کو سوتے وقت اصلی، شہد اور بالائی کا آمیزہ چہرے پر لگا کر سو جائیں اور صبح اٹھ کر منہ دھو لیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ رنگت صاف اور شاداب ہو جائے گی بلکہ اگر دانے وغیرہ ہوں گے تو وہ بھی دور ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ معمول بنا لیں کہ روز صبح کو نہار منہ ناشتے سے پہلے ایک گلاس نیم گرم پانی میں ایک عدد لیموں نچوڑ کر پی لیا کریں۔ اگر رنگت زیادہ سانولی سیاہی مائل ہے تو اس علاج سے رنگت گوری ہو جائے گی۔ مرغی کا انڈہ کسی چینی یا شیشے کے برتن میں توڑ لیں۔ اس میں ایک چمچہ شہد خالص اور ایک چمچہ دودھ ملا کر اچھی طرح پھینٹ لیں اس آمیزے کو صبح اور شام چہرے پر ملیں اور آدھے گھنٹے کے بعد دھو لیں۔ صرف پندرہ دن کے اس عمل متواتر سے آپ کی رنگت نہایت پر کشش اور گوری ہو جائے گی۔

تحریر ...... زکیہ خانم عظمیٰ ...... لاہور

بقیہ، امریکی امداد

ہری نے پاکستان کو فوجی اور اقتصادی امداد جاری رکھنے کی وکالت کی۔

اب رہا یہ سوال کہ آیا پاکستان کو فوجی و اقتصادی امداد امریکہ نے عام انتخابات کو یقینی بنانے کے لئے بند کی تھی یا نہیں تو اس کا جواب آئندہ چند ہفتوں میں خود بخود حتمی طور پر مل جائے گا جہاں تک اقتصادی امداد یا ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے قرضوں کا تعلق ہے تو قوی امکانات یہی ہیں کہ ماضی کی طرح پاکستان میں بننے والی نئی حکومت سے مذاکرات کے بعد کچھ اور نئی شرائط لگا کر اقتصادی امداد اور قرضے جاری رہیں گے لیکن خدشہ یہ ہے کہ فوجی امداد شاید پاکستان کو نہ مل سکے کیونکہ جیسا اوپر بیان کر چکا ہوں کہ امریکی امداد بند کرنے کی وجہ انتخابات کا یقینی انعقاد نہیں ہے۔ پاکستان کو فوجی امداد بند کرنے کی اصل وجہ روس اور امریکہ کے سربراہان کے درمیان ۹ ستمبر ۱۹۹۰ء کے روز ہیلسنکی فن لینڈ میں منعقد ہونے والے حالیہ مذاکرات ہیں۔ جن میں دونوں سپر طاقتوں نے دنیا میں اسلحہ کی پیداوار، اسلحہ کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے دور رس تاریخی فیصلے کئے ہیں۔ بین الاقوامی ذرائع ابلاغ کے مطابق ان انتہائی اہم اور بنیادی فیصلوں کے نتیجے میں دونوں سپر طاقتوں نے تیسری دنیا کے غریب ممالک کو جس میں پاکستان اور افغانستان بھی شامل ہے ان کو اسلحہ کی فراہمی روکنے کا فیصلہ کیا۔

بقیہ، کراچی کی ڈائری

خوش گپیوں میں مصروف رہی اور بالخصوص صدر کراچی کے علاقے میں گاڑیاں اور بسیں پارک کرنے کے لئے فٹ پاتھ پر چڑھ گئیں جس نے "ہفتہ ٹریفک" کی دھجیاں اڑا دیں۔ اطلاع کے مطابق ٹریفک پولیس کی "آمدنی" میں خاطر خواہ اضافہ رہا۔

کراچی میں ٹریفک کا مسئلہ نہایت توجہ طلب ہے۔ سگنل کے فوراً بعد ڈرائیوروں کا گاڑی روک لینا، خود ساختہ اسٹاپ اور تیز رفتاری حادثات کا بڑا سبب ہیں۔ ہفتہ منانے سے ہی حادثات کا سد باب نہیں ہو گا۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ عام حالات میں بھی اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے جائیں۔

بقیہ، پشاور کی ڈائری

نعروں سے گھبرا گیا جب صحافیوں نے اسے بتایا کہ پولیس نے پرامن جلوس پر لاٹھی چارج کیا تو اس نے کہا

کہ یہ حکومت کی پالیسی ہے اس میں باہر کا کوئی آدمی ہدایت نہیں دے سکتا۔ موجودہ حکومت جو عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں نا کہ ..... نے اس نے جلوسوں پر تشدد کروا کر لوگوں کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی لیکن پشاور کی ہر دکان ہر گاڑی اور ہر گھر پر صدام کی تصویر موجودہ حکمرانوں اور غیر ملکی طاقتوں کی ایجنٹ سیاسی جماعتوں کا منہ چڑا رہی ہیں۔

بقیہ، فاضل بریلوی

رنگ تغزل سوز و گداز حسن تخیل شوخی و ندرت لطافت و نزاکت مربوط بندش محاورات کا جمع کرنا کچھ آسان کام نہیں جس نے بھی ایسی کوشش کی وہ ادب سے ہاتھ دھو بیٹھا اور پرواز تخیل میں ایمان کی حدود سے آگے نکل گیا اور بعض نے تو کفر و شرک کی تاریک گھاٹیوں میں جا کر سانس لی اس کے برعکس اعلیٰ حضرت کے کلام میں خلاف شرع تو در کنار خلاف ادب بھی کوئی بات نہیں پائی جاتی اکثر اہل ادب اور شعراء حضرات کی تعلی اور تنگ نظری نے انہیں اعلیٰ حضرت کے کلام کو بغور پڑھنے یا سننے سے مانع رکھا کاش اہل ادب آپ کے کلام کو بغور پڑھتے تو ان کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی کہ واقعی اعلیٰ حضرت اردو کے نعت گو شعراء میں ہر حیثیت سے منفرد ہیں حضورؐ کے درباری شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا اکثر شاگرد کے کلام میں اپنے استاد کا ہی رنگ جھلکتا نظر آتا ہے آپ کے ہاں بھی یہی جھلک نظر آتی ہے۔

بقیہ: چندر شیکھر

بھی۔ کیونکہ جب تک حکومت مستحکم نظر نہیں آئے گی کوئی اس پر اعتماد نہیں کریگا اور جب تک حکومت پر اعتماد نہیں ہو گا۔ درپیش مسائل کے حل کے لئے اہم فیصلے نہیں لئے جا سکیں گے۔ لیکن اس تجویز کی مخالفت کانگریس کے کیمپ میں بھی ہے اور چندر شیکھر کے کیمپ میں بھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کانگریس کیا رخ اختیار کرتی ہے۔ چندر شیکھر حکومت سے حمایت واپس لیتی ہے۔ اسے مزید طاقت دیتی ہے، حکومت میں شامل ہوتی ہے یا نئے سال میں جلد سے جلد الیکشن کرانے کا فیصلہ کرتی ہے۔ آئندہ چند ہفتوں میں کانگریس کو یہ مشکل مگر اہم فیصلہ کرنا ہی ہو گا۔

بقیہ: پشتو شاعر

پشتو ..... ہندوستان سے نشر ہوتے ہیں۔

ماسٹر صاحب کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے اور ان کے شاگرد فوج، پولیس، محکمہ صحت، تعلیم اور دوسرے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ ماسٹر صاحب نے طالب علموں کو نصیحت کی ہے کہ وہ تمام تر توجہ تعلیم پر مرکوز رکھیں تاکہ پاکستان سے ناخواندگی کا خاتمہ ہو اور ملک سے جہالت، غربت اور دوسری برائیوں کا خاتمہ ہو۔

ماسٹر صاحب کے پشتو اشعار کا اردو ترجمہ درج ہے۔

میں اس ملک پر اسلام کی شمع روشن کرنا چاہتا ہوں
اور پاکستان پر اپنی جان نچھاور کرنا چاہتا ہوں۔
مسلمانوں کے لئے اے قائد اعظم آپ نے
پاکستان جیت لیا ہے۔ اور یہ آپ نے تمام مسلمانوں
کے لئے ایک وسیع میدان (خطہ) حاصل کر لیا
ہے۔

خواتین کی اجتماعی دعا

خواتین اسلامک مشن کے زیر اہتمام بروز اتوار مورخہ ۲۰ جنوری ۹۱ء کو خواتین اسلامک مشن ہال گلشن اقبال بلاک نمبر ۵ کراچی میں مجاہدین عراق کی فتح و نصرت کے لئے اجتماعی دعا کا انعقاد کیا گیا۔ خواتین کے اس اجتماع نے ڈاکٹر فریدہ احمد کی زیر قیادت رقت انگیز فضاء میں اللہ رب العزت کے حضور میں عراقی مجاہدین کی کامیابی کے لئے خشوع و خضوع سے دعائیں کیں۔

کھلتی ہوئی رنگت

رات کو سوتے وقت اصلی شہد اور بالائی کا آمیزہ چہرے پر لگا کر سو جائیں اور صبح اٹھ کر منہ دھولیں۔ اس سے نہ صرف یہ کہ رنگت صاف اور شاداب ہو جائے گی بلکہ اگر دانے وغیرہ ہوں گے تو وہ بھی دور ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ معمول بنالیں کہ روز صبح کو نہار منہ ناشتے سے پہلے ایک گلاس نیم گرم پانی میں ایک عدد لیموں نچوڑ کر پی لیا کریں۔ اگر رنگت زیادہ سانولی سیاہی مائل ہے تو اس علاج سے رنگت گوری ہو جائے گی۔ مرغی کا انڈہ کسی چینی یا شیشے کے برتن میں توڑ لیں۔ اس میں ایک چمچہ شہد خالص اور ایک چمچہ دودھ ملا کر اچھی طرح پھینٹ لیں اس آمیزے کو صبح اور شام چہرے پر ملیں اور آدھے گھنٹے کے بعد دھولیں۔ صرف پندرہ دن کے اس عمل متواتر سے آپ کی رنگت نہایت پرکشش اور گوری ہو جائے گی۔

تحریر ..... زکیہ خانم عظمیٰ ..... لاہور